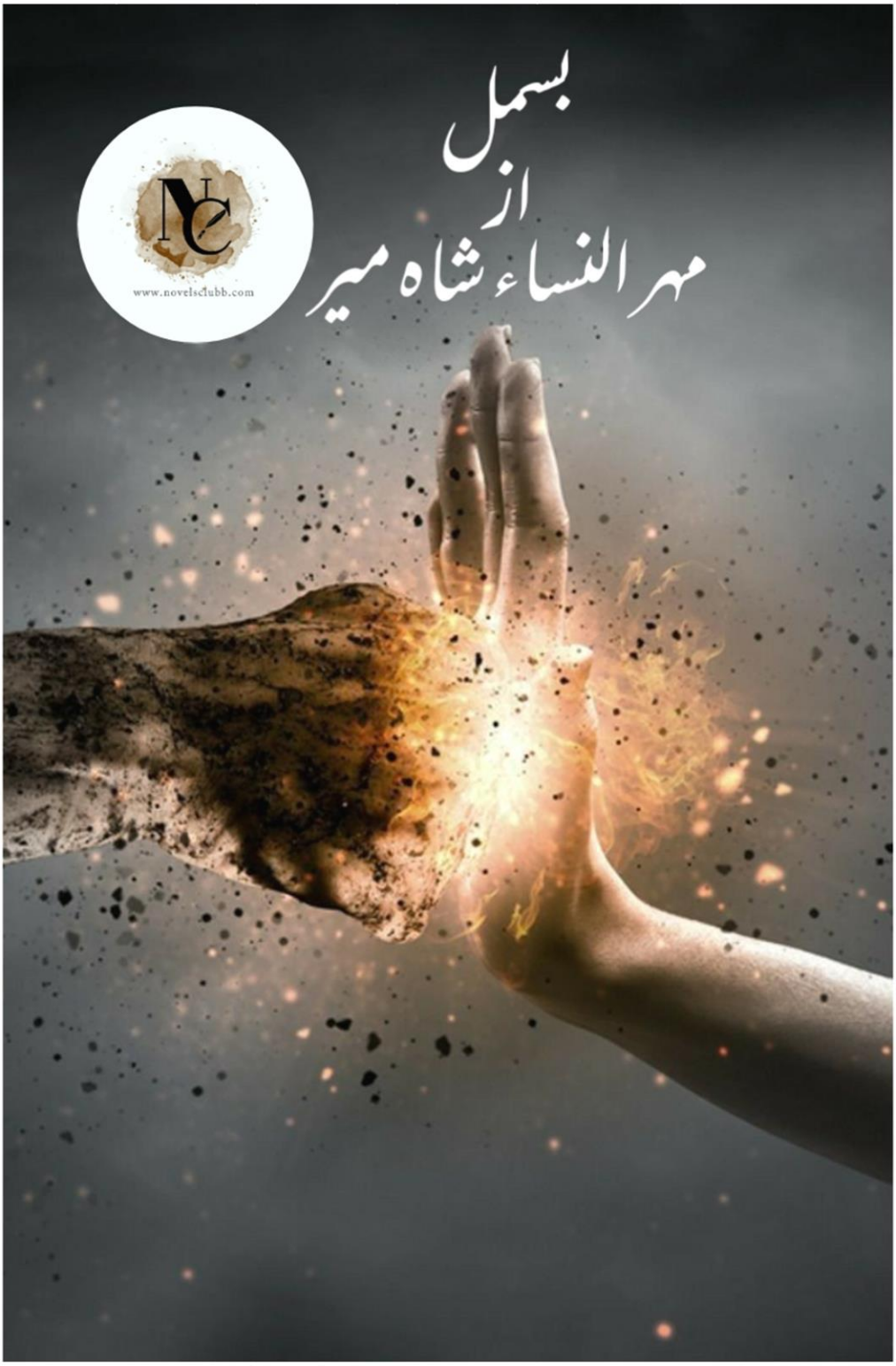
بسمل
از
مهر النساء شاه میر
www.novelsclubb.com

السلام علیکم!

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔ تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک، انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842

بسمل از

مہر النساء شاہ میر

باب سوئم

مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ

تم نے سنا ہو گا ہے دوستی گلاب

مگر کیوں کوئی بتائے گا یہ ہے بیک وقت عذاب

گر تم پوچھو تو سناؤں تفصیل میں

دوستی کی قربانیوں اور دوستی میں لگے خنجر کی تفسیر میں

لگا جو بخت تو یار بنائیں گے زندگی گلزار

مگر جو ہوئے کمبخت تو یار ہی بنیں گے کزاب

یہی دیں گے تم کو مرہم یہی لگائیں گے روح پہ چھالے

یہی بنیں گے آنسوؤں کا شانہ اور یہی بنیں گے جان کے لالے

اب تم پوچھو گے رہا جائے یاروں کے بغیر کیونکر

تو میں کہہ دوں تم سے تم ہی ہو اپنے سب سے بڑے یار

www.novelsclubb.com

صبح کی پیلی دھوپ نے گوادر کو اپنے حصار میں لیا ہوا تھا۔ سمندر سے ٹکرا کر پلٹتی نم ہواؤں نے اہلیان گوادر کے بدن کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔ پکی سڑک پہ اس وقت بشر حاکم کی چھوٹی گاڑی اپنی رفتار سے چل رہی تھی۔ پچھلی سیٹ پہ زینیا بیٹھی تھی۔ آتشی گلابی رنگ کے گگھے

میں ملبوس بالوں کو چٹیا میں گوندھے اس نے چہرے پہ ہلکا میک اپ کر رکھا تھا۔ پیروں میں سیاہ کولاپوری چپل۔ وہ آج اپنی یونیورسٹی جا رہی تھی۔ کچھ دستخط چاہیے تھے۔ کچھ رکاوٹیں دور کرنی تھیں۔ گاڑی یونیورسٹی کے باہر رکی تو بشر نے مڑ کر پیچھے دیکھا۔ سفید شلوار قمیض میں بال اچھے سے سیٹ کئے وہ کافی اچھا لگ رہا تھا۔ چہرہ سنجیدہ تھا۔

اپنی جیب سے کچھ رقم نکال کر زینیا کے آگے کرتے ہوئے وہ کچھ نہیں بولا۔ بہن بھائیوں کو سوری تھینکیوز کی ضرورت نہیں ہوتی۔ بس نارمل طریقے سے پیش آؤ اور سب ٹھیک ۔ یہ بھائی بہن ہی تو ہوتے ہیں۔ جن کی جان کے دشمن بھی ہم ہوتے ہیں۔ اور جان بھی ہم

۔

زینیا نے خاموشی سے رقم لے لی۔ اور سیٹ پہ دھرے اپنے سرمئی پرس میں رکھی۔ پھر اپنی طرف سے اتر آئی۔ بشر نے اسکے اندر جانے کا انتظار کیا۔ وہ پلٹ گئی تو اس نے گہری سانس لی اور گاڑی اپنی دکان کی جانب موڑ دی۔

وہ یونیورسٹی کی راہداریوں میں چلتی ہوئی پرنسپل کے آفس کی جانب جا رہی تھی۔ راہداری کے دونوں اطراف میں سبز گھاس بچھی تھی۔ لڑکیاں ٹولیاں بنائے بیٹھی تھیں۔ چلتے چلتے

ایک جگہ زینیار کی تھی۔اس نے گردن موڑ کر آوازوں کے تعاقب میں دیکھا۔دو لڑکیاں گھاس پہ بیٹھی تھیں۔ایک لڑکی بری طرح روئے جا رہی تھی۔اسکی آواز یہاں تک آتی تھی۔وہ زور زور سے روتی بس ایک ہی سطر دہرا رہی تھی۔

،،وہ میرے ساتھ ایسا کیسے کر سکتا ہے۔؟کیسے۔؟،،پاس بیٹھی دوسری لڑکی اسے دلاسا دے رہی تھی۔اسکی پیٹھ تھپک رہی تھی۔ساتھ ساتھ خود بھی بے بسی سے اسکے ساتھ رو رہی تھی۔زینیا کو نہ جانے کیا ہوا تھا۔وہ بس انہیں دیکھے گئی۔وہ کبھی اس طرح کسی کے سامنے نہیں روئی تھی۔کسی نے اسے اس طرح تسلی نہیں دی تھی۔کئی لمحے عجیب انداز میں وہ بس انہیں دیکھتی رہی۔زینیا کی آنکھیں اسے دیکھ کر پتھرا رہی تھیں۔کیوں کبھی کسی نے اسکا غم نہیں بانٹا تھا۔؟کیوں کسی نے کبھی اسے دلاسے نہیں دیئے تھے۔یکدم اسکے ذہن میں جھماکا ہوا۔غم بانٹنے والے تو دوست ہوتے ہیں اور۔

www.novelsclubb.com

،،زینیا نے کبھی دوست نہیں بنائے،،

وہ چند لمحے وہیں کھڑی ان دونوں لڑکیوں کو دیکھتی رہی۔رونے والی لڑکی اب دوست کی کسی باتوں پہ نم آنکھوں سے مسکرا رہی تھی۔زینیا سر جھٹک کر آگے بڑھ گئی۔کچھ دیر بعد

پرنسپل کے آفس سے اپنے کاغذات سائن کروانے کے بعد وہ باہر آکر بینچ پہ بیٹھی تھی۔ سنگی بینچ پہ بیٹھی اس وقت وہ اپنے کاغذات ارینج کر رہی تھی۔یونیورسٹی خالی خالی تھی۔یہ کلاسز کا وقت تھا۔بس کچھ طلباہ تھے جو بنک مار کر باہر گھوم رہے تھے۔

،،ارے زینیا تم کب آئیں۔؟،، مسکراتی خوشگوار آواز پہ زینیا نے سر اٹھا کر دیکھا۔اسکے سامنے پروفیسر سمعیہ نوید کھڑی تھیں۔زینیا انہیں دیکھتے ہوئے اٹھی تھی۔استاد چاہے کہیں بھی کسی بھی محفل میں ملیں چاہے آپ کو پڑھائے ہوئے کئی برس بیت چکے ہوں۔ انکو دیکھ کر دل میں اٹھنے والا ادب ہمیشہ یکساں رہتا ہے۔

کچھ دیر بعد وہ پروفیسر سمعیہ کے ساتھ اسی سنگی بینچ پہ بیٹھی اسلام آباد جانے کی تفصیل سنا رہی تھی۔وہ مسکراتے ہوئے سن رہی تھیں۔دنیا میں ماں باپ کے بعد صرف استاد ہی چاہتا ہے کہ اسکا شاگرد آگے جائے۔کامیابی سمیٹے۔دنیا فتح کرے۔

چند غیر ضروری باتوں کے بعد پروفیسر سمعیہ بلاخر اس سوال پہ آئیں تھیں۔جو وہ زینیا کو دیکھتے ہی پوچھنا چاہتی تھیں۔

،،تم ٹھیک ہو زینیا۔؟کیا کوئی مسئلہ ہے۔؟،،وہ غور سے اسکی آنکھوں میں دیکھ رہی تھیں۔

زینیا کے چہرے پہ کئی رنگ آکر گزر گئے تھے۔اس نے بدقت اپنی مسکراہٹ قائم رکھی۔

!!مسائل کس کے ساتھ نہیں ہوتے میڈم۔انسان اپنے ساتھ مسائل ہمیشہ لاتا ہے۔!!

،،مسائل بوجھ جیسے ہوتے ہیں زینیا۔ صحیح وقت پہ صحیح انسان کے ساتھ نہ بانٹے جائیں تو کمر توڑ دیتے ہیں۔کیا تم نے بانٹے۔؟،،

زینیا طنزیہ مسکرائی تھی۔،،میں اپنا صحیح انسان ہوں میڈم۔مجھے بوجھ بانٹنے کے لئے کندھے نہیں چاہیے ہیں۔مجھے پتہ ہوتا ہے کب کیا کرنا ہے۔،،اس نے دھیرے سے کندھے اچکائے۔میڈم اب بھی اسے نرم نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔

!!ہر انسان اپنا صحیح انسان ہوتا ہے۔ہر انسان کو اپنا بوجھ خود ڈھونا ہوتا ہے۔،،وہ رکیں زینیا کے چہرے کو دیکھا۔،،ہر انسان مضبوط ہوتا ہے بیٹے۔لیکن ایک وقت آتا ہے۔جب انسان تھک جاتا ہے۔اسکے کندھے بوجھ سے تھک جاتے ہیں۔دل رازوں سے بھر جاتا ہے۔،،پیلی چمکیلی دھوپ میں بیٹھی وہ عورت بول رہی تھی۔اور زینیا غور سے سنے گئی۔

،،ایک وقت آتا ہے جب آپ کے آئیڈیاز سڑنے لگتے ہیں۔دماغ ماؤف ہونے لگتا ہے۔تب ایک انسان ہوتا ہے جس کے آئیڈیاز کام آتے ہیں۔ایک وقت آتا ہے جب مضبوط

سے مضبوط انسان بھی تھکنے لگتا ہے۔اور تب اسکا ہاتھ پکڑ کر ایک شخص اسے اپنے پاس بٹھا لیتا ہے۔،،

،،ہر انسان کی ایک استطاعت ہوتی ہے۔سوچنے کی سمجھنے کی حل نکالنے کی۔بوجھ سہنے کی اس سے بڑھ کر بوجھ پڑنے لگے تو بانٹ لینے چاہیے۔،،

کس سے۔؟سنہری آنکھوں والی لڑکی نے پوچھا۔

،،دوست سے۔بوجھ دوستوں سے بانٹے جاتے ہیں بچے۔،،چند لمحے وہ تذبذب سے انکا چہرہ دیکھتی رہی۔پھر دھیرے سے بولی۔

،،زینیا نے کبھی دوست نہیں بنائے میم۔اور مجھے نہیں لگتا مجھے ضرورت ہے۔،،

I am strong enough

www.novelsclubb.com

میڈم نے سنجیدگی سے اسکا چہرہ دیکھا۔آس پاس اب طالبات کا شور بڑھ رہا تھا۔کلاسز سے نکل نکل کر آتے طلباء۔چمکدار دھوپ۔ذرا فاصلے پہ بنی کینٹین سے آتی سموسے اور چاٹ کی خوشبو۔اور ان سب کے درمیان سنگی بینچ پہ بیٹھی دو عورتیں۔

،،اس دنیا کے سب سے مضبوط انسان کون تھے۔؟،،

،،حضرت محمّد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم،، زینیا نے ترنت جواب دیا۔

،،جانتی ہو انہوں نے طائف کے لوگوں سے اتنے پتھر کھائے کہ انکی جوتیاں خون سے بھر گئیں۔ انکے اپنے رشتے دار، شہر کے لوگوں نے ان سے منہ موڑ لیا۔ لوگ انہیں جادوگر کہہ کر انکے سحر سے خوف کھانے لگے۔ اسلام کی خاطر انہوں نے اتنی سختیاں جھیلیں کہ جس کی کوئی حد نہیں۔ کیا انہیں ضرورت تھی حضرت ابو بکر صدیق کو اپنے ساتھ ہجرت پہ لے جانے کی۔؟،،

ایک لمحے کے لئے زینیا سانس نہیں لے سکی۔ ساری خوشبوئیں دم توڑ گئیں۔ آس پاس کی ساری آوازیں رک گئیں۔ وہ بس میڈم سمعیہ کو بولتے ہوئے سنتی رہی۔

www.novelsclubb.com

،،نبی کریم دنیا کے سب سے مضبوط انسان تھے۔ لیکن پھر بھی اپنی باتیں اپنے دوستوں سے شیئر کرتے تھے۔ اپنا دکھ انہیں سناتے تھے۔ اور انکا سنتے تھے۔ اللّٰہ نے رشتے دیئے ہیں۔ انکی ناقدری کرنا یا پھر انکے ساتھ مخلص نہ ہونا برا ہوتا ہے بیٹا۔،، وہ بول کر خاموش

ہوئیں تو زینیا کو دیکھا۔وہ مرعوب نہیں ہوئی تھی۔وہ بس الجھ گئی تھی۔یا پھر وہ مزید الجھ گئی تھی۔؟

،،مضبوط سے مضبوط انسان کے گرد بھی ایک باؤنڈری ہوتی ہے۔وہ باؤنڈری جو اسکا ویک پائنٹ ہوتی ہے۔اس جگہ آکر انسان کو رک جانا چاہیئے حدود کو کراس کرنا ہر بار اچھا نہیں ہوتا۔،،وہ شاید تنبیہ کر رہی تھیں۔

،،ہر بار برا بھی نہیں ہوتا۔،،اب کے زینیا کے بولنے کی باری تھی۔آنکھیں چھوٹی کیے وہ انہیں دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔خوشبوئیں ایک بار پھر انکے وجود کا محاصرہ کر رہی تھیں۔

،،آپ نے ریس کا میدان دیکھا ہو گا میڈم۔؟ریس ہوتے ہوئے بھی دیکھی ہو گی۔ایک سرخ پٹی وہ جیت کی حد ہوتی ہے۔لیکن کوئی اگر اسے پار کر دور تک دوڑتا ہوا بھی چلا جائے۔تب بھی اسے روکا نہیں جاتا۔وہ فاتح ہی رہتا ہے۔حدودیں معنی نہیں رکھتی۔ جب مقصد اونچائیاں ہوں۔تو باؤنڈریز نہیں دیکھی جاتیں۔،،

میڈم سمعیہ اسکی بات پہ مسکرائیں تھیں۔لیکن ابھی وہ سٹوڈنٹ پیدا نہیں ہوا جو اپنے ٹیچر کو لاجواب کر سکے۔

،،فاتح اگر ریس جیت کر مزید دس کلو میٹر بھی دوڑ لے تو فائدہ کچھ نہیں ہوتا۔جیت وہی رہتی ہے انعام وہی رہتا ہے۔باؤنڈری کراس کر کے وہ بس خود کو مزید تھکاتا ہے۔اور کچھ نہیں۔،،اب کے وہ کچھ ہی نہ سکی۔خفت سے گردن دائیں بائیں ہلاتے ہوئے وہ چپ ہو گئی تھی۔کچھ دیر مزید سمعیہ زینیا کے پاس بیٹھی رہیں۔پھر اٹھ کر اپنی کلاس کی جانب چلی گئیں۔

زینیا نے پر سکون نظریں اٹھا کر گوادر کا آسمان دیکھا تھا۔دھوپ اسکی آنکھوں کو چندھیائے دے رہی تھی۔

،،بس کچھ دن اور۔پھر میں اسلام آباد کی میٹھی دھوپ۔اور بلندیاں۔،،

وہ اپنے آپ سے بڑبڑائی تھی۔موبائل بیگ سے نکال کر ہینڈ فری لگائے اب وہ گرد و مافیہا سے بے خبر تھی۔کانوں میں کسی انگریز گلوکارہ کی آواز گونج رہی تھی۔

Who says ?

Who says you’re not perfect ?

Who says you’re not worth it?

Who says you're not strong enough ?

آخری سطر گانے کی نہیں تھی۔

براق حنیف کا پینٹ ہاؤس صبح کے اس پہر خاموش تھا۔اوپن کچن میں چولہے کے قریب کھڑا وہ بن چکی چائے کو کپ میں انڈیل رہا تھا۔ساتھ ساتھ کوئی عربی غزل گنگنا رہا تھا۔اس نے سرخ سلک کا گاؤن پہن رکھا تھا۔بال بکھرے ہوئے تھے۔مزے سے گنگناتے ہوئے وہ چائے کو مگ میں انڈیل رہا تھا۔سفید مگ کا پیندہ پیلی چائے سے بھرنے لگا تھا۔ رفتہ رفتہ یہ چائے مگ کے کناروں سے سفر کرتی اوپر آتی جا رہی تھی۔ساتھ ساتھ براق حنیف کی گنگنانے کی آواز بھی تیز ہوتی جا رہی تھی۔دفتعا اس کا فون بجا تھا۔سلیب پہ رکھے فون کو ایک ناگوار نظر دیکھتے ہوئے اس نے موبائل اٹھایا تھا۔بھنویں سکیڑے وہ سامنے

والے کی بات سن رہا تھا۔ پس منظر میں کسی کے بوٹوں کی آواز آرہی تھی۔ کوئی کچن کی جانب آرہا تھا۔ کچن سے اب براق کے بولنے کی آوازیں آرہی تھیں۔

،،اسلا(ناممکن)..اسلا..اسلا۔ یہ نہیں ہو سکتا تم پاگل ہو گئے ہو کیا؟،،وہ سخت بے یقین تھا۔

،،کیا بکواس کر رہے ہو۔؟ایسے کیسے ہو سکتا ہے۔؟مظہر کی نئی فلم کی وارڈروب ہم کرنے والے تھے۔ سب کچھ طے تھا۔ نہیں نہیں نہیں یہ نہیں ہو سکتا۔ میں برباد ہو جاؤں گا۔ کیا بکواس ہے۔ نہیں نہیں۔،،وہ یہاں سے وہاں ٹہلتے ہوئے بے چینی سے کہہ رہا تھا۔اسکی رنگت سفید پڑ رہی تھی۔

،،لیکن کس نے.... کس نے بتایا انھیں۔؟کہ ہم زینت کے لئے بھی وارڈروب کر رہے ہیں۔؟کس نے کی یہ بکواس۔،،وہ دھاڑ رہا تھا۔،،مجھے نام بتاؤ فورا۔کون ہے وہ کس نے کیا ہے یہ سب۔ بک بھی چکو۔،،

،،میں نے بتایا۔،،

آواز پہ براق منجمند ہو گیا۔اسکے عقب میں کچن کی چوکھٹ پہ قیس کھڑا تھا۔سفید ڈریس شرٹ میں ملبوس سیاہ کوٹ بازو پہ ڈالے۔بالوں کو اچھے سے سیٹ کئے۔وہ محظوظ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

،،تم شاید بھول گئے تھے براق حنیف کہ قیس اگر ایک راز دیتا ہے،تو اگلے انسان کی سات نسلوں کے راز رکھتا بھی ہے۔تمھیں لگا تھا تم مجھے ڈبل کراس کرو گے اور میں کونے میں بیٹھ کر روؤں گا۔؟،،

براق نے مڑ کر اسے دیکھ۔اسکی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔چہرہ غیض و غضب کا شکار لگ رہا تھا۔اسکا بس نہیں چلتا تھا قیس کا منہ نوچ ڈالے۔اسکا کروڑوں کا نقصان ہوا تھا۔ اسکا تو دل بند ہو رہا تھا۔قیس چوکھٹ کی دیوار سے ٹیک لگائے کھڑا تھا،کندھے اٹھے ہوئے ،بوٹ قینچی کی صورت،اور آنکھوں میں ترش سا تاثر۔

www.novelsclubb.com

،،تمھیں لگا تھا تم دو سوتیلے بھائیوں کی الگ الگ فلموں کا وار ڈروب کرو گے۔کیونکہ ان دونوں کی فلمیں آگے پیچھے آ رہی ہیں۔اور کسی کو کچھ پتہ بھی نہیں لگے گا۔؟،،اسکی آنکھوں میں تپش تھی۔براق ضبط سے اسے دیکھ رہا تھا۔

،،تم صحیح تھے براق۔،، قیس نے سراہا۔،،تم بلکل صحیح تھے۔ان دونوں نفرت زدہ بھائیوں کو بلکل بھی یہ بات پتہ نہ چلتی اگر میں نہ بتاتا۔ بلکل اسی طرح جس طرح واصف منیر کو اگر تم سچ نہ بتاتے۔،،

،،میرے بتانے سے تمہارا کوئی نقصان نہیں ہوا۔،، براق پوری قوت سے چلایا تھا۔اسکا بس نہیں چلتا تھا قیس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔

قیس مسکرایا۔،،تم صحیح کہہ رہے ہو۔میرا کوئی نقصان نہیں ہوا۔کیونکہ میں صرف گناہ نہیں کرتا۔میں اپنے گناہ کو اون بھی کرتا ہوں۔یہ تم ہو براق جو چوری چھپے وار کرتا ہے۔

براق نے سر جھٹکا۔بہت سارا اشتعال اندر دبایا۔ ،،

،،میں تمھیں معاف نہیں کروں گا لوسفر۔ تمھیں حساب دینا ہو گا۔میں حساب لوں گا تم سے۔تم نے دوستی میں غداری کی ہے۔،،

،،تم کبھی میرے دوست نہیں تھے۔،، قیس نے تصیح کرنا ضروری سمجھا۔،،میں نے ساری زندگی میں صرف ایک ہی دوست بنایا تھا۔(اسکی آنکھوں کے آگے ایک سنہری تم سب براق۔ساری دنیا۔تم سے یا تو میرا مقابلہ،آنکھوں والی لڑکی کی جھلک آئی تھی۔)

ہے۔یا مجھ سے آگے ہو۔یا پیچھے۔تم میں سے کوئی بھی میرے برابر نہیں۔میرے برابر صرف وہی تھی۔میری دوست۔اسے مجھے گرانا پسند نہیں تھا۔وہ میرے آگے بڑھنے کے لئے دعائیں کرتی تھی۔تم لوگوں کی طرح مجھے گراتی نہیں تھی۔،،اس لئے وہ آگے کو ہوا، براق کی خون چھلکاتی آنکھوں میں دیکھا۔،،آئندہ مجھے اپنا دوست نہیں کہنا۔کیونکہ قیس کو دوستوں کی ضرورت نہیں ہے۔،،وہ کہہ کر چند لمحے وہیں کھڑا اسکے تاثرات دیکھتا رہا۔پھر آگے بڑھ گیا۔براق نے اسکے جانے کے بعد چہرے پہ ہاتھ پھیرا۔وہ سخت مضطرب نظر آتا تھا۔یہ ڈیل اسکی زندگی کی بہترین ڈیلز میں تھی۔

،،آہ قیس آہ۔تم نے کیا کر دیا۔،،وہ بے چینی سے یہاں سے وہاں ٹہل رہا تھا۔دفعتاوہ بلکل ٹھہر گیا۔آنکھیں اب کے چمک اٹھی تھیں۔لب شیطانی مسکراہٹ میں ڈھل گئے۔وہ واپس سلیب تک آیا۔تیزی سے اپنا موبائل اٹھایا اور اب وہ کھٹا کھٹ ٹائپ کر رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

ایک پیغام بھیج کر اس نے سکون سے آنکھیں بند کر کے کھولیں۔اندر تک شانت ہو گیا تھا وہ۔

،،میں براق حنیف ہوں۔شیطان شیطانی سے پہلے مجھ سے اجازت نامہ سائن کرواتا ہے۔ تمھیں لگتا ہے میں تمھیں بخش دوں گا۔؟،،وہ بڑبڑاتے ہوئے اب سکون سے دوسری چائے بنانے لگا تھا۔

،،چائے کا بھی اپنا مزہ ہے۔پہلے خوشی سے پی رہا تھا۔اب غم میں پیوں گا۔،،

کچھ دیر قبل کی ساری کلفت دور کرتے ہوئے وہ بلاخر مسکرایا تھا۔اسے بھلا کون اداس کرنا چاہے گا۔؟

www.novelsclubb.com

یہ ایک گالف کلب کا منظر تھا۔اسلام آباد کی چمکدار دھوپ میں،دور تک بچھی نرم گھاس پہ اس وقت فاصلے سے چند لوگ کھڑے تھے۔سفید پولو شرٹ اور جینز میں ملبوس مہدی کمبیر بھی ان لوگوں میں سے تھا۔آنکھوں پہ سیاہ گلاسز لگائے وہ اپنے دوستوں کے ساتھ کھڑا تھا۔وہ کھیل نہیں رہا تھا۔کھیلنے والے لوگ کوئی اور تھے۔

اسکے ساتھ اسکا ایک دوست کھڑا تھا۔ مختلف پریشانیاں بتاتے ہوئے وہ سخت پریشان تھا۔ اسے نہیں معلوم تھا کرنا کیا ہے۔ مہدی اسے غور سے سن رہا تھا۔ اسکا ہم عمر دوست ماتھے کو چھوتے ہوئے بے حد پریشانی کے عالم میں کچھ کہہ رہا تھا۔ مہدی غائب دماغ ہونے لگا۔ وہ اس وقت کسی کو سننے کی پوزیشن میں نہیں لگتا تھا۔ اسکے اپنے ایک ہزار مسائل تھے۔ وہی مسائل سنانے کے لئے اس وقت وہ یہاں آیا تھا۔ اپنے دوست کے پاس۔

بلکہ اپنے ڈھیر سارے دوستوں کے پاس۔ ابھی دنیا کا ایسا کوئی ملک نہیں بنا ہو گا۔ جہاں مہدی کے دوست نہ پھیلے ہوں۔ اسکے گرد ہمیشہ لوگ رہتے تھے۔ سننے والے سمجھانے والے۔ لیکن شاید کوئی بھی اسکے لئے نہیں تھا۔

،، تم کوشش تو کر کے دیکھو۔ اپنے ابا سے ایک بار بات کرو، دیکھنا وہ تمہاری سن لیں گے۔ مجھے اتنے سخت نہیں لگتے وہ،،۔ بلاخر مہدی نے ایک حل پیش کیا تھا۔

،، نہیں کر سکتا یار میں نہیں کر سکتا۔ کاش تم میرا مسئلہ سمجھ جاتے۔،، وہ سخت جھنجھلایا ہوا تھا۔،، کاش تم سمجھ پاتے کہ ہم مڈل کلاس لوگ ہیں۔ ہمارے ساتھ مسائل نہیں ہوتے۔ مسائل کے ساتھ ہم ہوتے ہیں۔،،

تھوڑی دیر کی مزید تقریر کے بعد وہ چلا گیا تھا۔ مہدی بھی ذرا فاصلے پہ بنے پول کی طرف آ گیا۔ کرسی پہ بیٹھتے ہوئے اس نے اپنا انسٹا گرام کھول لیا۔

مسائل کے نام پہ اسے ایک لڑکی یاد آئی تھی۔ پھر اسکا بلاک کرنا یاد آیا۔ وہ بے اختیار مسکرایا تھا۔ اس لڑکی کو تنگ کرنے میں بہت مزہ آتا تھا۔ اس نے فوراً زینیا کا انسٹا گرام کھولا ۔اور میسج ٹائپ کیا۔

،،امید ہے۔ تم نے صبح اٹھتے ہوئے زہر کے بجائے چائے پی ہو گی۔،، پیغام سفر کرتا ہوا گیا ۔بلوچستان کی فضاؤں میں پہنچا اور پھر زینیا کے موبائل پہ جگمگایا۔ وہ بشر کے ساتھ گاڑی میں تھی۔ عقبی نشست پہ۔ پیغام کی ٹیون بجی۔ غیر شناسا اکاؤنٹ۔ لیکن جانا پہچانا انداز۔ پیغام کو پڑھتے ہوئے اسکی بھنویں سکڑ گئیں۔ انگلیاں حرکت میں آئیں۔

،،چائے میں زہر ھمم آئیڈیا اچھا ہے۔ اگلی بار اگر کبھی آپ بلوچستان آئے تو ضرور آزماؤں گی۔،، دوسری جانب مہدی اسکا جواب دیکھ کر مسکرایا تھا۔

،،میری چائے میں زہر ڈالو گی۔؟ لڑکی میں مہمان ہوں۔،،

،،ہر مہمان کی ایکسپائری ڈیٹ ایک دن ہوتی ہے۔اس سے زیادہ رہنے والے بوجھ ہوتے ہیں۔یا پھر ڈھیٹ۔،،زینیا کے پاس ہر بات کا جواب تھا۔اب کے مہدی پھر سے ہنسا تھا۔یہ لڑکی اسکا غم سے نکلنے کا زریعہ بن رہی تھی۔

،،تم میرے شہر آرہی ہو۔کیا میں اس زہر والے آئیڈیا کو اپنے لئے استعمال کر سکتا ہوں۔؟،،

،،کوشش کر کے دیکھ لیں۔میں زہر سے بڑی زہر ہوں۔کہیں آپ کا زہر ہی سبز نہ پڑ جائے۔،،گالف کلب میں بیٹھا مہدی فوراجواب لکھ رہا تھا۔گاڑی میں بیٹھی زینیا کھٹ کھٹ ٹائپ کر رہی تھی۔اسلام آباد سے گوادر آنے والی ہواؤں نے نا سمجھی سے اس سنگم کو دیکھا تھا۔

چند پل مہدی نے کچھ نہیں لکھا۔زینیا کی جانب سے بھی خاموشی رہی۔پھر مہدی کی انگلیوں نے سست روی سے ٹائپ کیا۔

،،کیا میں تمھیں کال کر سکتا ہوں۔؟میرے سوالوں کے جواب تمہارے پاس ہوتے ہیں۔،،

زینیا کے موبائل پہ میسج چمکا تو ایک پل کو وہ ٹھہر گئی۔ بشرا اسکی جانب متوجہ نہیں تھا۔ سو وہ آرام سے ٹائپ کر رہی تھی۔

،،اگر ایک بار پھر بلاک ہونا ہے تو ضرور کریں،،۔ لمبی سطر کا پیغام۔ مہدی دھیرے سے ہنس دیا۔

،،آپ کے پاس ڈھیر سارے دوست ہیں۔ مجھ سے جواب کیوں چاہیے۔؟،،اب کے ٹھہر جانے کی باری مہدی کی تھی۔

،،!ڈھیر سارے دوستوں کا ہونا بھی ڈھیر سارا مسئلہ ہوتا ہے۔ مجھے سمجھ ہی نہیں آ رہا میں اس وقت کسے بلاؤں۔؟میرے لئے کون آئے گا۔؟شاید کوئی نہیں۔،،

وہ ٹوٹے پھوٹی سطریں لکھ رہا تھا۔ آنکھوں میں آزردگی تھی۔ چہرہ پریشان۔

www.novelsclubb.com

،،جب آپ کے پاس ڈھیر سارے دوست ہوں۔ تب آپ کے پاس صرف ایک انسان ہو۔ میرے پاس ایسا کوئی نہیں ہے۔،،اب go person ایسا ہونا چاہیے۔ جو آپ کا کی بار اس نے ایک لمبا پیرا گراف لکھا تھا۔ زینیا کے موبائل پہ چمکتے الفاظ اسے کسی اور ہی

جہان میں پہنچائے ہوئے تھے۔چند پل میسج کو تکتے رہنے کے بعد اب وہ دوبارہ لکھ رہی تھی

۔

،،میں نویں جماعت میں تھی۔جب ہم نے ایک سبق پڑھا تھا۔"مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ"۔سارا سبق پڑھ لیا۔سبق بھول بھال گئی۔لیکن نہیں بھولا تو یہ نام۔،،اسکی لمبے ناخنوں والی سفید انگلیاں پیغام لکھ رہی تھیں۔

،،مجھے ہمیشہ سے لگتا تھا۔کوئی انسان اپنے ہی دوستوں سے کیوں بچنا چاہے گا۔؟دوست تو آپ کا گوپر سن ہوتے ہیں۔جن کے پاس آپ ہر مصیبت اور خوشی میں جاتے ہیں۔لیکن آج مجھے اس سبق کا مطلب پتہ چل گیا ہے۔،،اس نے پیغام بھیجا۔مہدی بے قراری سے پڑھے گیا۔آخری لفظ پہ وہ رکا۔پیغام مکمل نہیں تھا۔

زینیا کی چیٹ میں اب تین نقطے نظر آرہے تھے۔یعنی وہ لکھ رہی تھی۔اگلے منٹ سکرین ایک بار پھر روشن ہوئی۔

،،ضرورت سے زیادہ چیزیں عذاب ہوتی ہیں۔اور آپ نے ضرورت سے زیادہ دوست پال لئے ہیں۔سونے پہ سہاگہ آپ ان کے الفاہیں۔میں آپ کی حالت سمجھ سکتی ہوں۔،،

آخر میں جیسے وہ اسکا حظ اٹھا رہی تھی۔ مہدی کے چہرے پہ ناپسندیدگی پھیلی۔ اسکی انگلیاں تیز تیز ٹائپ کرنے لگیں۔

،، تمھیں بہت مزہ آتا ہے کسی کی حالت دیکھ کر خوش ہونے میں۔؟ کیسی انسان ہو تم۔ کوئی فیلنگز ہیں یا نہیں۔؟،، انگوٹھے کو زور سے سکرین پہ مار کر پیغام کو بلوچستان روانہ کیا۔ گویا اپنے غصے کا اعلان کیا ہو۔

اسلام آباد سے آئے پیغام کی تعظیم کی گئی۔ زینیا نے سنہری آنکھوں سے پیغام پڑھا۔

،، مجھے بہت مزہ آتا ہے۔ ان لوگوں کی حالت دیکھ کر جنہیں اللہ نے اپنا دماغ دیا۔ دل دیا۔ اعضاہ دیے۔ ٹانگیں اور ہاتھ دیے۔ لیکن پھر بھی انہوں نے دوست نامی بلا پہ انحصار کیا۔ اور پھر باقاعدہ خوار ہوئے۔ یہی ہونا چاہیے تھا۔،، پیغام بھیج کے زینیا نے سیٹ سے ٹیک لگا لی۔ بشر کسی سے فون پہ بات کرتے ہوئے گاڑی چلا رہا تھا۔ اسکا دھیان اب بھی یہاں نہیں تھا۔

،، سوچو اگر یہی میسج میں تمہارے دوستوں کو بھیج دوں؟ تو تم کیا کرو گی۔؟ وہ تمہاری اپنے بارے میں رائے جان کر کیا کریں گے۔؟،، انگریزی میں لکھا پیغام۔ بلکہ دھمکی۔

،،زینیا نے کبھی دوست نہیں بنائے۔،، نپا تلا جواب۔ مہدی نے زینیا کا جواب دیکھا۔ ایک لمحے کو وہ سوچ میں پڑا۔ اب کے لکھتے وقت اسکا چہرہ مختلف تھا۔ سنجیدہ اور لائف کوچ والا۔

،،اگر کوئی انسان کسی بات کا جواب صرف ایک سطر میں دے۔ تو یا تو اسکے لئے اس بات کی بہت زیادہ اہمیت ہوتی ہے۔ یا پھر وہ اس ذکر سے بچنا چاہ رہا ہوتا ہے۔،،اس نے پیغام بھیجا۔ ہر لفظ کے ساتھ زینیا کے چہرے کا رنگ بدل رہا تھا۔ وہ بے چین ہو رہی تھی۔

،،تم زینیا تم، جھوٹ بول رہی ہو۔ ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ انسان نے کبھی دوست نہ بنائے ہوں۔ ہاں یہ الگ بات ہے کہ ان دوستوں نے آپ کو چھوڑ دیا۔ یا پھر آپ نے انہیں چھوڑا۔،، گالف کلب کی سبز گھاس، لوگ، باتیں سب دور چلا گیا۔ وہ منہمک سا ٹائپ کر رہا تھا۔

کیا اس نے تمھیں چھوڑا ہے زینیا حاکم۔؟

سوال تھپڑ کی طرح زینیا کے گال پہ لگا تھا۔ موبائل پہ گرفت ڈھیلی ہوئی۔ اسکی آنکھوں کے آگے سیاہ آنکھیں آئیں۔ واحد دوست کی آنکھیں۔ وہ جسے وقت کی رفتار اس سے دور لے گئی۔

،،کسی نے مجھے نہیں چھوڑا۔کوئی مجھے چھوڑ ہی نہیں سکتا۔،،آہ ڈھٹائی۔

،،کیا تم اسے یاد کرتی ہو۔؟کیا تم چاہتی ہو وہ واپس آجائے۔؟،،

،،ہر گز نہیں۔میں کسی کی واپسی کا انتظار نہیں کر رہی۔میں کسی کو یاد نہیں کرتی۔کوئی میرا دوست نہیں ہے۔،،مارے طیش کے اسکی انگلیاں کانپ رہی تھیں۔چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

،،اس نے تمھیں چھوڑ دیا زینیا۔کیا تم اس سے ناراض ہو۔؟تم صرف ناراض ہو۔اگر وہ واپس آجائے تو تم اسے معاف کر دو گی ہے ناں۔؟،،

،،زینیا مر جاتی ہے معاف نہیں کرتی۔جو زندگی سے چلا گیا وہ مر گیا۔،،اسکا تنفس تیز ہو رہا تھا۔چہرہ سفید پڑ رہا تھا۔کوئی تھا جو یاد آیا تھا۔اور اپنے ساتھ ڈھیر سارے غم لایا تھا۔

،،تمہاری جھوٹی انا بیچ میں آگئی ہے ناں۔؟اس نے تمھارے پاس آنے کی کوشش کی ہو گی ۔تمھیں اسے معاف کر دینا چاہیے تھا۔دوستوں کو معاف کر دیتے ہیں۔،،

آخری بات میں جیسے نرم تنبیہ تھی۔اب کے زینیا کی بس ہو چکی تھی۔اس نے بغیر کسی جواب کے بلاک کا بٹن دبا دیا۔ٹائپنگ کے تین نقطے اب نظر نہیں آرہے تھے۔میسجز کی زوں زوں سے تھرتھرانے والا موبائل خاموش ہو گیا تھا۔

ساکت، ساکن۔ وہ اب مزید اس شخص کو نہیں سننا چاہتی تھی۔ یہ آئینہ تھا۔ سچ دکھانے والا آئینہ۔ زینیا اسکے سامنے اپنا عکس نہیں لانا چاہتی تھی۔

دوسری جانب گالف کلب میں لمبی کرسی پہ بیٹھے مہدی نے ڈھیر سارے پیغام لکھنے سے اپنی انگلیوں کو روکا۔ اور ایک بار پھر۔

You can't reply to this conversation .

والے میسج کو دیکھا۔ مہدی کمبیر آج زندگی میں دوسری بار بلاک ہوا تھا۔ لڑکی وہی پہلی تھی۔

www.novelsclubb.com

گلاس وال والے آفس میں اپنی پاور چیئر پہ بیٹھے قیس نے سفید ڈریس شرٹ پہن رکھی تھی۔ کوٹ ہمیشہ کی طرح اسٹینڈ پہ ٹنگا تھا۔ اسکے سامنے بلیک کافی کا بھرا ہوا مگ رکھا تھا۔

جس سے وہ وقتاً فوقتاً گھونٹ لے رہا تھا۔لیپ ٹاپ پہ بے مقصد انگلیاں چلاتے ہوئے وہ کسی اور جہاں میں تھا۔یہ اسکا بلاک فیز تھا۔اسکے پاس آئیڈیاز تھے۔اسکے پاس وقت تھا۔توانائی تھی۔لیکن پھر بھی وہ کام نہیں کر رہا تھا۔گھنٹوں بیٹھ کر سکرین کو تکنا اور کام نہ کر پانا ۔یہ دکھ یا تو ایک لکھاری سمجھ سکتا ہے۔یا پھر ایک آرٹسٹ۔

دفعتاً آفس کے دروازے پہ دستک ہوئی تھی۔یوں جیسے کسی نے انگلیوں کی مدد سے ٹک ٹک کی ہو۔قیس نے بے دھم ہو کر سر کو سیٹ کی پشت پہ گرا دیا۔اسے خود پہ غصہ آ رہا تھا ۔اسے اپنے کام پہ غصہ آ رہا تھا۔دستک ایک مرتبہ پھر سے ہوئی۔

،،آجاؤ حبیب،،۔وہ جھنجھلایا۔چہرے کے زاویے بگڑ گئے۔دروازہ اب کھلا تھا۔براسا منہ بنائے سفید سیاہ لیڈیز ٹو پیس میں ملبوس حدیبیہ آتی دکھائی دی۔

،،یہ ہر بار آپ کو کیسے پتہ چل جاتا ہے دروازے پہ میں ہوں۔؟،، خفا خفا سا سوال۔قیس یونہی گردن گرائے پڑا رہا۔انگلیوں سے کنپٹی کو مسلا۔

،،تم ہر دفع لڑکیوں کی طرح نازک بننے کے لئے اپنی انگلی میں موجود انگوٹھی سے دستک دیتی ہو۔لیکن چونکہ مردانہ نقوش کے ساتھ ساتھ۔تمہارے انداز بھی مردانہ ہیں۔تو مجھے پتہ چل جاتا ہے۔،،اس نے آنکھیں کھول کر حدیبیہ کو دیکھا۔وہ تکان زدہ لگتا تھا۔

،،پھر آخر میں کس طرح کی دستک دوں۔؟جو کہ آپ کے شایان شان ہو۔آج بتادیں۔،،

،،میرے شایان شان وہ ہو گی جو بغیر دستک کے دروازہ پھاڑنے کے انداز میں اندر آئے۔اور مجھے پھر بھی بری نہ لگے۔،،اسکا لہجہ بیٹھا ہوا تھا۔شاید وہ کافی دقت سے نارمل بنے ہوئے تھا۔

حدیبیہ نے برا منہ بنایا۔

،،صاف صاف کہیں ناں کہ اپنے جیسی مہذب عورت پسند آئے گی۔(اس نے اپنے پہ زور دیا تھا)ویسے آپس کی بات ہے پوری کمیونٹی میں آپ کو حد سے زیادہ غیر مہذب سمجھا جاتا ہے۔،ویسے آپس کی بات ہے۔کیا ایسی لڑکی اس دنیا میں ہو گی۔؟،،وہ ہاتھ میز پہ رکھے آگے کو جھکی۔آنکھوں میں تجسس تھا۔

قیس بھی مسکراتے ہوئے آگے کو جھکا۔

،،ہو گی ضرور ہو گی۔ شرط یہ ہے کہ میں مردو کے جھمگٹ سے نکل کر ایک اصل لڑکی سے ملوں۔ حبیب۔،، آخر میں حبیب پہ زور دیا۔

حدیبیہ دانت پہ دانت جمائے پیچھے کو ہوئی۔

،،جانتے ہیں وہ کونسا دن ہو گا جب میں خود کو نجات زدہ سمجھوں گی۔؟،،

،، جس دن تم خود کشی کرو گی۔ میں عالم ارواح میں تمھیں اپنا سیکریٹری رکھوں گا۔،، قیس نے فیصلہ سنایا تھا۔ حدیبیہ نے ڈھیر سارا اشتعال اندر دبایا۔ جانتی تھی قیس اسے روسٹ تب کرتا ہے۔ جب وہ تھک رہا ہوتا ہے۔ اسے واقعتا اپنے باس کی فکر ہوئی۔ آنکھیں بھر آئیں۔

،،ساری کمیونٹی آپ کے خلاف ہے باس۔ واصف منیر کا سکہ بول رہا ہے۔ قیسم ڈھے جائے گا باس۔ کچھ کریں۔ پلیز۔،، اسکی آنکھوں میں آنسو بھر رہے تھے۔،،لوگ آپ کے خلاف باتیں کر رہے ہیں۔ قیسم کے لوگوں کو دوسری جگہ سے آفرز آنے لگی ہیں۔ یہ ایک دن میں نہیں ہوا باس۔ واصف منیر تیاری کے ساتھ آیا تھا۔ لوگ چھوڑ جائیں گے باس۔ قیسم ڈھے جائے گا۔،، قیس نے تھکی تھکی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

،،کسی نے تمھیں تو آفر نہیں دی۔؟تم مت جانا ورنہ قیس ڈھے جائے گا۔،،اس نے روتے روتے نفی میں سر ہلایا تھا۔آنسو تواتر سے بہہ رہے تھے۔قیسم میں اس نے بھی اپنی زندگی لگائی تھی۔

،،میں مذاق نہیں کر رہی باس۔بیز کلیکشن واصف کا ساتھ دے رہی ہے۔ایس جے والے آپ کے لوگوں کو آفر زدے رہے ہیں۔جڑیں کھوکھلی ہو رہی ہیں۔،،زکام زدہ رنج میں ڈوبی آواز۔

،،آخر یہ ساری دنیا میرے خلاف کیوں ہونے لگی ہے حدیبیہ۔؟،،

یہ کوئی اور قیس تھا۔حدیبیہ نے رک کر اسے دیکھا تھا۔،،کوئی مجھے جینے کیوں نہیں دیتا۔؟میں نے کسی کا کیا بگاڑا ہے۔؟،،وہ آنسو بھول کر اسے دیکھے گئی۔یہ تکان زدہ سوال۔یہ ہارا لہجہ۔یہ بے رونق آنکھیں۔یہ اس کا باس نہیں تھا۔وہ لوگوں کے رویوں کو یوں دل سے نہیں لگاتا تھا۔

،،آپ اپنے کسی دوست سے مدد مانگیں۔ کسی دوست کو بلا کر مشورہ کریں۔ کوئی ہو گا۔ کوئی تو ہو گا جو آپ کے ساتھ ٹھہر سکے۔ کوئی تو سہارا بنے۔،،اسکا بس نہیں چلتا تھا ایک بار پھر رونے لگے۔

،، جس دن قیس سہاروں پہ کھڑا ہونے لگا۔اس دن وہ کھڑے ہونے پہ لعنت بھیجے گا۔،،

،،میرا دوست میں خود ہوں۔ کسی انسان کی اتنی اوقات نہیں کہ اسے قیس کا دوست بنایا جائے۔،،گلاس وال سے آتی دھوپ اسکے چہرے پہ گر رہی تھی۔ سائے میں کھڑی حدیبیہ اسے بولتے ہوئے سنتی رہی۔

،،لوگ میری جڑیں کھوکھلی نہیں کر سکتے۔ میں کرنے نہیں دوں گا۔ قیسم کو میرے ہاتھوں نے بنایا ہے۔ میرے کندھے اسکا بوجھ ساری زندگی ڈھو سکتے ہیں۔ میں اسے گرنے نہیں دوں گا۔ فکر مت کرو۔،،آخر میں بس آخر میں اسکا لہجہ ہلکا سا ڈھارس دینے والا ہوا تھا۔ حدیبیہ کو اس سے ہمدردی ہوئی۔ کہانی کو اسلام آباد میں روک کر ذرا دیر کے لئے ہم گوادر جائیں گے۔

(شیشے کے سامنے کھڑی زینیا حاکم اپنے شہد رنگ بالوں کو سنوار رہی تھی۔ برش ہاتھ میں تھا۔اور وہ مختلف زاویوں سے اپنے چہرے کو دیکھ رہی تھی۔اسی لمحے کونج داخلی دروازے سے اندر آئی۔

،،زینی تم تیار ہو جاؤ۔ابا نے کہا ہے تم اپنی شادی کی شاپنگ خود کرو،،۔وہ چہک رہی تھی۔ زینیا نے اسکو نہیں دیکھا۔

،،کتنا مزہ آئے گا۔ہم شاپنگ کرنے جائیں گے۔،،وہ خوش تھی بے انتہا خوش۔

،،مڈل کلاس لوگ شاپنگ کرنے نہیں ضروریات پوری کرنے جاتے ہیں۔،،ظالم سفاک تبصرہ۔،،اور ابا سے کہو میری پسند کا نہ سوچیں۔کیونکہ مڈل کلاس لوگ ضروریات پوری کرتے کرتے پسند اور خواہش کو شوکیس میں چھوڑ کر آتے ہیں۔،،وہ کونج کی جانب مڑی بے تاثر آنکھوں سے اسے دیکھا۔،،کیونکہ خواہشات ہمارے بجٹ سے ایک،دو ہزار زیادہ مہنگی ہوتی ہیں۔،،

کونج نے بل کھا کر اسے دیکھا تھا۔

،،بھاڑ میں جائے تمہاری فلاسفی۔تم جیسی ناگن کے ساتھ جانا ہی نہیں مجھے۔اللہّ جانے اتنا زہر کہاں سے لاتی ہو۔جاؤاب اپنی کسی دوست کو لے جاؤ۔،،وہ جاتے جاتے مڑی۔

اسکی آخری بات پہ وہ دونوں بیک وقت چونکی تھیں۔کونج بے خیالی سے۔زینیا بھاری دل سے)

،،کیا آپ نے کبھی دوست نہیں بنائے باس۔؟،،اگر قیس نارمل حالت میں ہوتا تو اس ابنارمل سوال کا اپنے حساب سے جواب دیتا۔لیکن آج کل اسے وہ دوست بہت یاد آتی تھی ۔وہ سنہری آنکھیں وہ گزرا وقت۔یاد کے پنے اس سنہری یادوں سے بھرے پڑے تھے۔

حدیبیہ کی بات پہ وہ ایک پل کو ٹھہر گیا۔آس پاس یادیں اور ماضی بکھر گیا۔اور قیس کا ماضی خوشگوار کہاں تھا۔

،،میری ایک دوست تھی۔بہت اچھی۔ملنسار میرے جیسی نہیں تھی وہ۔،، قیس کی آواز کہیں دور سے آتی تھی۔،،وہ اگر مجھے کسی کام سے روک دیتی تھی تو میں رک جاتا تھا۔وہ اگر کوئی کام کروانا چاہتی تھی تو میں کر لیتا تھا۔،،سنہری آنکھیں اتنی شدت سے یاد آئیں کہ دل پسیجا تھا۔

(کونج شرمندگی سے اسے دیکھ رہی تھی۔،،میرا یہ مطلب نہیں تھا زینی۔میں تمھیں وہ سب کچھ یاد نہیں دلانا چاہتی تھی۔،،اس نے بے بسی سے لب کاٹے۔ایک ڈری ڈری سی نظر زینیا پہ ڈالی۔

،،اگر تم اسے موقع دیتی تو آج ایسا نہ ہوتا۔اسکی غلطی اتنی بڑی نہیں تھی۔جتنی تم نے سزا دے دی۔تمھیں اس پہ اعتبار کرنہ چاہیے تھا۔،،اس نے کہہ کر زینیا کو دیکھا۔وہ جسکا چہرہ اب بھی بے تاثر تھا۔لیکن اسکی آنکھیں سارا حال کہہ رہی تھیں۔

وہ ڈسٹرب ہوئی تھی۔سخت ڈسٹرب۔

،،دوست کو وہی راز پتہ چلنے چاہیے جو ہم سنائیں۔وہ نہیں جو اس نے دوسروں کو سنانے ہوں۔،،زینیا کی آواز کمرے میں گونجی۔

،،ہم دونوں میں سے کوئی غلط نہیں تھا۔بس اسے ان رازوں کو نہیں کھوجنا چاہیے تھا۔جو میں نے چھپا لئے تھے۔اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔،،اس نے جیسے دل کو توجیہ دی تھی ۔)

،، مجھ پہ اسکا ایک راز کھلا تھا۔ میری عقل نے اس راز کو کھوجا تھا۔ نہیں کھوجنا چاہیے تھا۔ غلطی ہو گئی۔ یا پھر شاید نہیں ہوئی۔ میں نے اسکی آنکھیں پڑھ لی تھیں، ہمارے درمیان نزدیکیاں تھیں، میں اسکے کہے کا منتظر نہیں تھا۔ مجھے اسکے بارے میں پتہ چل جایا کرتا تھا ۔،،

اس نے خالی خالی نظروں سے حدیبیہ کو دیکھا۔

وہ ڈسٹرب تھا الجھا ہوا۔

(،، تمھیں اسے ایک موقع دینا چاہیے تھا زینی۔ دوستوں کو معاف کر دینا چاہیے۔،، وہ تاسف سے بولی تھی۔

زینیا دھیرے سے ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے رکھی کرسی پہ بیٹھتی چلی گئی۔ اسکی آنکھیں اب مختلف تھیں۔ رنجیدہ۔ گلٹی۔ اسے بھی وہ وقت، وہ دوستی یاد تھی۔

،، میں اسکے لئے بہت خاص تھی۔ میں جانتی تھی میرے راز استعمال نہیں کئے جائیں گے۔ لیکن میرے دل کے ایک کونے میں شک تھا۔ میں اسکے ساتھ ہمیشہ مخلص رہنا چاہتی تھی ۔ہمارا تعلق کرسٹل کلئیر تھا۔ میرے وہم نے اسے دھندلا کر دیا۔،،)

،،میرے لئے وہ بہت خاص تھی۔میں اسکے راز کو استعمال نہیں کرنا چاہتا تھا۔میں اسے اس مصیبت سے نکال لانا چاہتا تھا۔لیکن وہ ایک شکی لڑکی تھی۔اس نے کبھی اعتبار کرنا نہیں سیکھا تھا۔میں اسکے ساتھ مخلص تھا۔اسے یہ سمجھنا چاہیے تھا۔،،

(،،میرے دل میں شک آگیا تھا۔میں نے کبھی اعتبار کرنا نہیں سیکھا۔اس نے مجھے بچانا چاہا تھا۔لیکن۔،

،،تم نے اس سے خود کو بچالیا۔ہے ناں،،۔کونج نے بات مکمل کی۔زینیاز مین کو گھورتی رہی۔اسکے پاس کہنے کو کچھ نہیں تھ۔حلق میں گرہیں اٹکی تھیں۔آنکھوں میں پانی بھر آیا ،ہاں اسے تکلیف ہوئی تھی،دل کو کسی نے مٹھی میں لے کر دبایا تھا۔)

،،وہ بری نہیں تھی حدیبیہ۔وہ بس مختلف تھی۔،میں نہیں جانتا اس نے مجھے کیوں چھوڑا۔لیکن یہ حقیقت ہے کہ میں اسے آج بھی مس کرتا ہوں۔اسکے بغیر آج بھی ادھورا ہوں۔

میں چاہتا ہوں وہ پلٹ آئے۔میں اسکے پلٹ آنے کا احترام کروں گا۔کاش وہ ایک بار پلٹ آئے،کاش وہ ایک بار میری نظروں میں اپنا مقام جان لے۔،،)

(،، میں نے اسے دوستی کی sanity کی خاطر چھوڑا۔،، زینیا کی آواز اتنی ہلکی تھی کہ وہ با مشکل خود سن سکے۔

میں اسکے ساتھ رہتی، لیکن اس پہ یقین نہ کرتی تو یہ منافقت ہوتی۔ میں نے اسے چھوڑا کیونکہ میرے ساتھ مسائل تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ میں آج بھی اسے مس کرتی ہوں۔ میں آج بھی اسکی طرف لوٹنا چاہتی ہوں۔ میں جانتی ہوں اس نے میری جگہ سنبھال کر رکھی ہو گی، میرا مقام معتبر ہو گا، کاش وہ ایک بار پہل کر دے۔،،)

،، میں آج بھی اسکے پلٹ کر آنے کا منتظر ہوں۔،، اس نے دہرایا۔ سورج کی کرنوں نے اسکے چہرے سے پھسلنا شروع کیا تھا۔ چھاؤں پہ اس شخص کا بھی حق تھا۔

،، مجھے یقین ہے وہ ایک دن واپس آئے گی۔ کیونکہ اسے مجھ پہ اعتبار ہو گا۔ وہ چاہتی ہو گی میں پہل کروں۔ لیکن میں نہیں کروں گا۔،، اسکا لہجہ اٹل تھا۔

،، یہ نہیں ہے کہ مجھے اس سے ضد ہے۔ یا کوئی مقابلہ بازی۔ وہ میری دوست ہے۔ اسے میرا احترام کرنا ہو گا۔،،

(،،اسے آج بھی تمھارے پلٹ کر آنے کا انتظار ہو گا۔،، کونج اس سے کہہ رہی تھی۔،،

اسے آج بھی اپنی بر تھڈے پہ تمہارا انتظار ہوتا ہے زینی۔،،

تمھیں نہیں لگتا تمھیں اسکے پاس پلٹ کر جانا چاہیے۔،،؟زینیا نے چند لمحہ اداس،،

آنکھوں سے اسے دیکھا)

،،اگر وہ پلٹ آئی تو میری زندگی کے آدھے دکھ ختم ہو جائیں گے۔،،

(،،میں اسکے پاس لوٹ کر نہیں جا سکتی۔اسکے مسائل بڑھ جائیں گے۔میں اپنی آخری

سانس تک اس سے دور رہنے کی کوشش کروں گی۔،،)

،،میں اپنی آخری سانس تک اسکی پکار کا انتظار کروں گا۔اگر اس نے ایک بار بھی مجھے واپس

بلایا تو میں چلا جاؤں گا۔دوستی میں مقابلے بازی نہیں ہوتی۔،،

www.novelsclubb.com

(،،میں مر جاؤں گی لیکن اسے نہیں پکاروں گی،،)

،،میں مرنے تک اسکی پکار کا انتظار کروں گا۔،،

دونوں بیک وقت خاموش ہوئے تھے۔دونوں کے الفاظ بیک وقت ختم ہوئے تھے۔

قیس نے یاسیت سے اپنا رخ کھڑکی کی جانب موڑ لیا۔زینیا موڑھے پہ بیٹھی رہ گئی۔جس طرح ٹانگیں شل ہو جایا کرتی ہیں۔اسی طرح ٹوٹی ہوئی دوستیوں کا ذکر دل کو شل کر دیتا ہے۔کیا تم نے کبھی دل کا شل ہونا محسوس کیا ہے۔؟

مغرب کو بیتے ہوئے کئی لمحے گزر چکے تھے۔کمبیر محل پہ شام پھیلی تھی۔محل کے مکین اپنے کمروں میں دبکے بیٹھے تھے۔مہدی کمبیر بھی اس وقت اپنے کمرے میں تھا۔بیڈ پہ آڑھا ترچھا لیٹے لیٹے وہ موبائل پہ کچھ دیکھ رہا تھا۔چھت کی سیلنگ سے لگی نیلی روشنیوں نے کمرے میں خوابناک منظر پیدا کر رکھا تھا۔اسی لمحے اسکا فون بجا۔واصف منیر کالنگ کے الفاظ جگمگائے۔یہ تو قیسم کا ایمپلائی تھا۔وہ کمر سیدھی کئے اٹھ بیٹھا۔فون کان سے لگایا

۔اگلے ہی لمحے اس کے تاثرات بدلتے چلے گئے۔اگلے دو منٹ کی کال میں وہ دو ہزار بار بل کھا چکا تھا۔فون بند کر کے اس نے پیر بستر سے نیچے اتارے۔اور قیس کے کمرے کی راہ لی ۔وہ تیز تیز قدم اٹھا رہا تھا۔چہرے پہ دباد باغصہ تھا۔قیس کے کمرے کا دروازہ ایک دھاڑ سے کھول کر وہ اندر داخل ہوا۔

قیس جو سادہ سے حلیے میں اپنے بیڈ کے ایک کونے پہ ٹکا بیٹھا تھا۔سامنے کئی قسم کی گنز پھیلا رکھی تھیں۔اس نے نظر اٹھا کر مہدی کو دیکھا تک نہیں۔وہ بس ایک گن کھولے ہوئے تھا۔اسکے پرزے بکھرے ہوئے تھے۔مہدی سرخ چہرہ لئے آگے کو آیا۔

،،تم یہ سب کیسے کر سکتے ہو نائٹ میئر۔؟وہ غرایا تھا۔،،تم نے ایک آدمی سے اسکا کیریئر چھین لیا۔تم نے اسکی زندگی برباد کر دی ہے۔کیا تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔؟،،

قیس نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔

،،اگر میں یہ سب نہ کرتا تو آج میری زندگی برباد ہو رہی ہوتی۔،،

مہدی بھڑک ہی تو گیا تھا۔،،تمھارے اندر سے انسانیت نکلتی جا رہی ہے قیس۔کیا تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔وحشی جانور بنتے جا رہے ہو تم۔مجھے نہیں سمجھ آتا آخر تم کیوں اتنے

گھٹیا ہو،،۔وہ پوری قوت سے چلا رہا تھا۔ قیس گردن جھکائے ہاتھ میں پکڑی روئی کے گولے سے گن کو صاف کرتا رہا۔

،،مجھے جواب دو قیس کمبیر۔،،مہدی ایک بار پھر غرایا۔

،،ادھر دیکھو مجھے۔اس کمپنی میں میرا بھی حصہ ہے۔تم اس طرح برباد نہیں کر سکتے۔اس طرح لوگوں کی محنت نہیں لے سکتے۔میں تمھیں یہ سب کرنے نہیں دوں گا۔،،وہ چیخ چیخ کر تھک چکا تو قیس نے گن کو ایک طرف رکھا پھر اپنی جگہ سے اٹھا۔پیر بستر سے نیچے اتارے اب وہ اسکی طرف آ رہا تھا۔مہدی جبڑے بھینچے اسے اپنی طرف آتا دیکھتا رہا۔

قیس اسکے سامنے آ کر ٹھہرا۔سیریل کلر جیسی سرد آنکھوں سے اسے دیکھا۔وہ پلک تک نہیں جھپک رہا تھا۔سیاہ آنکھیں سبز آنکھوں میں گڑھ سی گئیں۔

،،پچھلی بار جب تم نیویارک گئے تھے تب پچپن لاکھ خرچہ ہوا تھا۔،،وہ اسکی آنکھوں میں دیکھ کر بول رہا تھا۔،،اس سے اگلی بار جب تم انگلینڈ گئے تھے۔تب ستر لاکھ خرچہ ہوا تھا۔کیونکہ تم ہوٹل کے کمروں میں نہیں سویٹ میں رہنا چاہتے ہو۔کیونکہ تم عام کھانا نہیں ،فائیو اسٹار ہوٹلز کے بعام کھانا چاہتے ہو،تم عام سٹورز کے کپڑے چھوڑ مہنگے مہنگے ڈیزائنر

ویئرز پہننا چاہتے ہو، کیونکہ تم مہنگی مہنگی برانڈڈ چیزیں لینا چاہتے ہو۔ جانتے ہو پیسہ کہاں سے آتا ہے۔؟،،

مہدی اب بھی لب بھینچے ہوئے تھا۔اسے سخت غصہ آیا تھا۔

،،جب میں گدھوں کی طرح کام کرتا ہوں ناں۔تب آتا ہے پیسہ۔وہ پیسہ جسے تم برباد کرتے ہو۔اور اسی پیسے کا راستہ روکنے والا تھا واصف منیر اور اسکے جیسے چند اور کیڑے۔ سب کو مسلنا پڑا۔ورنہ میں کچلا جاتا۔،،

مہدی نے بے زاری سے پہلو بدلا۔،،مجھے مت بتاؤ تم نے کیا کیا کیوں کیا۔میں سب جانتا ہوں قیس۔تم ہمیشہ اس راستے جاتے ہو جہاں تمہاری انا کی تسکین ہو سکے۔کیا ایسا نہیں ہے۔؟کیا تم اس معملے کو آرام سے حل نہیں کر سکتے تھے۔؟بغیر دھمکیوں کے۔بغیر ایک شیطان بنے۔،،

www.novelsclubb.com

قیس نے دھیرے سے اثبات میں سر ہلایا۔،،میں بلکل ایک فرشتہ بن سکتا تھا۔اگر میرے پیچھے کوئی مجھے سنبھالنے والا ہوتا۔میرے پاس ایک تھا۔میرا باپ۔لیکن وہ مر گیا

۔ تھینکس ٹو یو۔،،دونوں ہاتھ اٹھا کر گویا اسے سراہا۔اسکی آنکھوں میں استہزاہ تھا۔مہدی کے گلے میں گلٹی سی ابھر کر معدوم ہوئی۔رنگت پھیکی پڑی، قیس کہے گیا۔

،،میرا باپ اگر زندہ ہوتا تو یوں شیطان بننے کی ضرورت نہ پڑتی مجھے۔یوں لوگوں کا کیریئر کھانے کی ضرورت نہ پڑتی مجھے۔اور یوں گدھوں کی طرح کام کرنے کی ضرورت بھی نہ پڑتی۔میں برا نہیں بنتا اگر یہ دنیا میرے ساتھ اچھی رہتی۔،،

،،تم اب بھی اچھے بن سکتے ہو قیس۔اب بھی واپسی ممکن ہے۔،،مہدی کا لہجہ فکر مند ہوا۔

،،تم ایک بار کوشش تو کرو۔ایک بار صرف ایک بار خود کو بدلنے کی کوشش کر کے دیکھو۔تم دیکھنا سب بدل جائے گا۔،،

قیس اسکو دیکھتے ہوئے زور سے ہنسا تھا۔اور پھر وہ ہنستا ہی چلا گیا۔ہنس ہنس کر دوہرا ہونے لگا۔مہدی عجیب نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔قیس کے بلند قہقہے گونج رہے تھے۔یکدم وہ سیدھا ہوا۔جھکنے کی وجہ سے گھنگریالے بال ماتھے پہ بکھر گئے تھے۔اسکی مسکراتی آنکھوں میں ٹھنڈہ تاثر تھا۔

،،تم تو اچھے ہو ناں مہدی۔؟تم تو نیک ہو ناں۔؟ایک دنیا ہے جو تمھارے جیسی بننا چاہتی ہے۔ تمھیں فالو کرنا چاہتی ہے۔ایسا ہے ناں؟،،مہدی کچھ نہیں بولا۔بس خاموش نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔ قیس دو قدم آگے آیا عین اسکے سامنے۔

ہاتھ میں پکڑی گن اب اسکے اور اپنے چہرے کے درمیان میں لائی۔قریب، بلکل قریب ۔یوں کہ گن مہدی کے چہرے کو چھو رہی تھی۔

،،اس گن کو پہچانتے ہو ناں۔؟،،سبز آنکھوں میں نا سمجھی اتری۔،،یہ وہی گن ہے۔جو گوادر کے ساحل پہ تم نے چھوڑی تھی۔یہ وہی گن ہے۔جسے تم کسی آدمی کو مارنے جا رہے تھے۔،،

،،لیکن میں نے مارا نہیں میں بس...،،

،،یہ گن غیر قانونی ہے۔،،ٹھنڈی برف سر گوشی پہ مہدی برف ہو گیا۔،،یہ گن اور اسکا مالک دو سال پہلے غائب ہوئے تھے۔آدمی کی لاش ٹکڑوں میں ملی۔گن کا سراغ آج تک نہیں مل سکا تھا۔لیکن آج یہ مجھے تم سے موصول ہوئی ہے۔میں اسکا مطلب کیا سمجھوں ۔؟تم عام قاتل ہو یا ایک ٹرافی کلیکٹر۔؟،،

مہدی شل سا اسے دیکھے گیا۔اپنی صفائی میں کہنے کو الفاظ نہیں ملے۔

،،کوئی یونان کی سفید گلیوں میں تمہارا پیچھا کرتا ہے۔کوئی گوادر کے کھنڈروں میں تم پہ حملے کرتا ہے۔کوئی تمھارے پیچھے کیوں آتا ہے مہدی۔؟تم تو اچھے ہو ناں۔؟،،اسکی آخری بات میں ایسی کاٹ تھی کہ بدن چھلنی ہونے لگے۔

،،تم مجھے نیک اور اچھا بننے کا درس دیتے ہو۔اور تم خود کیا کرتے ہو۔؟تم غیر قانونی بندوقیں ساتھ رکھتے ہو۔تم اپنی عورت کو ڈس اون کرتے ہو۔تمہارا پیچھا کرنے والا تم سے کوئی انتقام چاہتا ہے۔کچھ ہے جو تم نے ماضی میں کیا ہے۔اور تم چاہتے ہو میں اچھا بنوں۔؟،،طنز،استہزاہ کیا نہیں تھا اسکی باتوں میں۔مہدی کے چہرے پہ گویا کسی نے کھولتا ہوا تیل ڈال دیا ہو۔

،،تم لوگوں کو سادگی کے درس دیتے ہو۔اور خود شاہانہ ریزورٹس اور سوئیٹس میں راتیں گزارتے ہو۔مہنگے مہنگے ہوٹل سے کھانا کھاتے ہو۔اور تم چاہتے ہو میں دوسروں کا پیسہ کھانا چھوڑ دوں۔؟،،

مہدی نے بے چینی سے پہلو بدلا۔،،میں اگر یہ سب کرتا ہوں تو اپنے باپ کی میراث پہ کرتا ہوں قیس۔میں نے کبھی کسی کا حق نہیں مارا۔،،

،،میرا حق تو مارا ہے۔،،اس نے شکایت کی،،۔تم نے مجھ سے میرے ماں باپ چھین لئے ۔تم نے مجھ سے میرا بچپن،جوانی سب چھینا۔میرے خواب تھے۔میں دنیا دیکھنا چاہتا تھا۔ میں آرٹسٹ بننا چاہتا تھا۔اٹھارہ سال مہدی۔اٹھارہ سال کی عمر میں،میں نے جنگیں لڑی ہیں۔کیونکہ تم نے میرے باپ کو مروادیا۔زندگی جینے کی عمر میں میں نے،آدھے خاندان کی لاشیں ڈھوئی ہیں۔،،

سارے الفاظ مہدی کے حلق میں اٹک گئے۔کچھ کہا ہی نہ گیا۔کوئی تردید نہیں کوئی انکار نہیں۔وہ مجرم تھا۔اور مجرموں کے سر جھکے ہوئے ہی اچھے لگتے ہیں۔

،،جانتے ہو برے لوگ برے کیوں بنتے ہیں۔؟،،مہدی نے خالی خالی نظروں سے اسے دیکھا۔

،،برے لوگ اس لئے برے بنتے ہیں۔کیونکہ وہ تم جیسے اچھوں سے ملے ہوتے ہیں۔تم لوگ تمھارے جیسے سو کالڈ اچھے ہمارا یقین اچھائی سے اٹھا دیتے ہیں۔اس دنیا میں اچھا بس

وہی ہوتا ہے جسے برا بننے کا موقع نہیں ملتا۔ جسے مل جائے وہ غیر قانونی غیر لائسنس شدہ گنز بھی لے کر گھومتا ہے۔اور جسے موقع نہ ملے وہ گوادر کی سڑکوں پہ ایک قتل ہونے سے بچا بھی لیتا ہے۔اب بتاؤ مہدی ہم دونوں میں سے اچھا کون ہوا۔۔؟،،

اس نے سینے پہ بازو لپیٹے۔آنکھوں میں چیلنج اترا۔،،میں جس نے ایک قتل ہونے سے بچایا ۔؟یا تم جو قتل کرنے جا رہے تھے۔؟،،

مہدی نے ٹھہر کر اسکی آنکھوں میں دیکھا۔نہ جانے کہاں سے اتنی ہمت اسکے اندر آئی کہ اسکے منہ سے بے اختیار،،میں،،نکلا۔ قیس نے ابرو اوپر کو اٹھا کر اسے ستائش سے دیکھا۔

،،میں اچھا ہوں قیس۔کیونکہ میں اپنے گناہوں کو اون کرتا ہوں۔میں اچھا ہوں کیونکہ مرے پاس جسٹیفکیشن نہیں ہے۔کیونکہ میں بلیم گیم نہیں کھیلتا۔تم سارے برے کسی اچھے کی وجہ سے برے نہیں بنتے۔اپنے تمام گناہوں کی وجہ تم خود ہو،،۔انگلی سے اسکے سینے پہ دستک دی۔،،اگر تمھیں لگتا ہے تم مجھے یا کسی اور کو الزام دے کر بری الذمہ ہو جاؤ گے۔تو ایسا نہیں ہو گا۔ تمھارے بائیں کندھے والا فرشتہ برائی کو تمھارے ہی کھاتے میں لکھے گا۔یہ نہیں لکھے گا کہ قیس زمان کمبیر نے مہدی سرور کمبیر کی وجہ سے گناہ کیا۔،،

قیس اب بھی اسے انہی محظوظ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔یوں گویا اسکی باتوں سے فرق ہی نہ پڑا ہو۔ مہدی چند لمحے تپش زدہ نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔اور پھر پلٹ گیا۔ابھی اسکا ہاتھ دروازے کے ہینڈل پہ تھا۔جب قیس قیس نے اسے پکارا۔

،، تمھارے پیچھے کون آتا ہے۔؟،، سوال کیا گیا۔

کئی لمحے اسے جواب نہ ملا۔

،،اسے مارو ورنہ وہ تمھیں بھی مار سکتا ہے۔اور میں نہیں چاہتا میرے گھر سے سبز قدمی ختم ہو۔،، مہدی کا وجود چند لمحے جامد رہا۔پھر دھیرے سے چند الفاظ پھسلے۔

،،میں اسکا سد باب کر آیا ہوں۔وہ اگر سیاہ ہے۔تو میں اسکے لئے کالی آندھی لا رہا ہوں۔،،

وہ دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ قیس کے چہرے کے تاثرات تیزی سے تبدیل ہوئے۔وہ واپس اپنے بیڈ تک آیا۔جھک کر سائیڈ ٹیبل پہ پڑا اپنے موبائل اٹھایا۔اسکی انگلیوں نے ایک نمبر ڈائل کیا۔بیل جا رہی تھی۔اسی لمحے کال مل گئی تھی۔

،،میں نے تم سے کہا تھا ناں صرف ڈرانے سے کچھ نہیں ہو گا۔،اب کی بار بس تعاقب نہ کرنا۔،ایک لمحے کی خاموشی۔

،،بلکہ اب کی بار اسکے پیچھے میں خود جاؤں گا۔میرے بابا کے قاتل کو میں اپنے ہاتھوں سے ماروں گا۔،،

اسپیکر کے پار شخص ایک لمحے کو خاموش ہوا تھا۔پھر اسکی ہلکی سی آواز قیس کے کانوں میں پڑی۔

،،آپ اسے کیسے مار سکتے ہیں۔وہ آپ کا خاندان ہے۔یہ کام مجھے سونپ دیں باس۔،، قیس کی گرفت موبائل پہ سخت ہو گئی۔آدھے خاندان کی لاشیں آنکھوں کے سامنے گھوم گئیں۔رفتہ رفتہ آنکھوں سے ساری انسانیت رخصت ہوئی۔آنکھیں سرد سفاک ہو گئیں ۔

،،خون کے جتنے قطرے میرے بابا کے جسم سے بہے تھے۔اتنے اگر نہ بہائے۔تو خود پہ مرد ہونا حرام سمجھوں گا۔،،

www.novelsclubb.com

کال کٹ گئی تھی۔آنکھیں اب تک سرد تھیں۔کئی سال پہلے کی آگ اب اسکے سینے میں جل رہی تھی۔ہر دفع وہ نہیں جلے گا۔اس دفع وہ جلائے گا۔

بشر حاکم کی چھوٹی گاڑی گوادر کی سڑکوں پہ دوڑ رہی تھی۔ مغرب قریب تھی۔ سارے میں اندھیرا چھانے لگا تھا۔ گاڑی کی پچھلی سیٹ پہ کونج اور اماں بیٹھی تھیں۔ اگلی سیٹ پہ زینیا۔ پیچھے مڑ کر دیکھو تو کونج حاکم ابھی سے شاپنگ کے تھیلے کھول کھول کر چیک کر رہی تھی۔ ابھی سے وہ زینیا کی پسند کے جوڑے ہتھیانے کا سوچ چکی تھی۔ اپنی پسند تو کبھی پسند آئی ہی نہیں تھی ناں۔ بشر کافی دیر سے شاپروں کا کھلنا بند ہونا نوٹ کر رہا تھا۔ بلا خراب بول پڑا۔

،،اماں اس بھوکی سے کہیں گھر جا کر سامان دیکھ لے۔ پتہ نہیں کہاں سے گلے پڑ گئی ہمارے ،،۔

www.novelsclubb.com

،،ہاں تو چیک کر رہی ہوں ناں۔ کہیں کچھ رہ تو نہیں گیا۔،، وہ تڑخ کر بولی تھی۔

،،چاہے تم جتنا مرضی چیک کر لو تمہاری اندھی آنکھیں کچھ نہ کچھ بھول کر آئی ہوں گی۔

،،وہ موڑ کاٹتے ہوئے بولا تھا۔

کونج حسب توقع ہتھے سے اکھڑ گئی۔

،،ہاں میں اندھی ہوں۔اور تم تو گوادر کے پہاڑوں پہ بیٹھی چیونٹیاں یہیں سے دیکھ لیتے ہو ہے ناں؟۔،،

گوادر کے پہاڑوں والی بات پہ زینیا جیسے خواب سے جاگی تھی۔جس سڑک پہ اس وقت گاڑی رواں دواں تھی۔اسکے سامنے ہی کوہ باطل تھا۔گاڑی میں پھیلی اسپرے کی خوشبو تحلیل ہو گئی۔آس پاس تازہ تازہ بھٹوں (مکئی) کی خوشبو پھیل گئی۔زینیا حاکم نے خود کو اس گھٹن زدہ گاڑی کے باہر کوہ باطل کی بلندیوں میں محسوس کیا۔چند دن پیچھے۔کچھ وقت قبل

۔

یہ صبح صادق کا وقت تھا۔ابھی سورج طلوع نہیں ہوا تھا۔نیم اندھیرا گوادر پہ اپنی سیاہ چادر پھیلائے ہوئے تھا۔مہدی کمبیر اور اسکا گروپ آج کوہ باطل کی بلندیوں سے دنیا کا حسین ترین طلوع آفتاب کا منظر دیکھنے والے تھے۔گوادر کا سب سے خوبصورت اور دل موہ لینے والا نظارہ یہی تھا۔ابھرتا سورج،ڈھلتا سورج۔کوہ باطل سے نظر آتا سمندر اور اس پہ

چلتے جہاز۔وہ جہاز جو اس بلندی سے انگوٹھے کے ناخن جتنے چھوٹے لگتے تھے۔گوادر شہر کا سب سے حسین نظارہ کوہ باطل سے کیا جا سکتا تھا۔

گھر میں بغیر بتائے صبح منہ اندھیرے بشرا سے یہاں چھوڑ کر گیا تھا۔خود وہ اپنی دکان گیا تھا ۔کل رات ہی اسکے ساتھ والی دکان میں چوری ہوئی تھی۔تالے توڑے گئے تھے۔اسے جانا تھا۔

،،ابھی اور کتنا سفر باقی ہے۔؟،،یہ اقراہ کی آواز تھی۔جو کوہ باطل کی طرف جانے والی سیڑھیاں چڑھ چڑھ کر تھک گئی تھی۔مہدی اقرا اور زینیا ساتھ تھے۔باقی لوگ ابھی بہت پیچھے تھے۔زینیا نے چلتے چلتے مڑ کے اس ہانپتی کانپتی لڑکی کو دیکھا۔پھر اسکے سامنے کھڑے مہدی کو۔جو اسکا ہاتھ پکڑ کر مسکراتے ہوئے کچھ پوچھ رہا تھا۔

،،سات سو ستر سیڑھیاں ہیں۔جن میں سے ابھی ڈھائی سو بھی مکمل نہیں ہوئیں۔،،چند زینوں کے فاصلے پہ کھڑی روبوٹ بول رہی تھی۔مہدی نے ایک نظر اسے دیکھا۔پھر اقراہ کو دیکھا۔

،،تم ذرا آرام کر لو پھر آ جانا اوکے۔؟،،وہ مہدی سے متفق تھی۔جب ہی سیڑھیوں کے درمیان میں بیٹھ گئی۔کندھے پہ ٹنگے بیگ کو درست کرتا مہدی زینیا کے پیچھے لپکا۔

اس نے آف وائٹ اوورسائز شرٹ کے ساتھ کارگو پینٹ پہنی تھی۔بالوں کو اچھے سے سیٹ کئے کندھے پہ چھوٹا بیگ پیک ڈالے وہ آگے آگے چل رہا تھا۔

اسی لمحے اس نے زینیا کو اپنے بیگ سے ایک تیز دھار چاقو نکالتے ہوئے دیکھا۔وہ حیرانی سے اسکی طرف آیا۔ذینوں پہ اسکے ساتھ قدم دھرتے ہوئے وہ اسے تسلی دینے لگا۔

،،تم ڈر رہی ہو۔؟فکر مت کرو میں ہوں ناں۔میں تمہاری حفاظت کروں گا۔،،

،،میں نے یہ چاقو آپ سے حفاظت کے لئے نکالا ہے۔کیونکہ مجھے آپ پہ اعتبار نہیں ہے ۔،،نیم اندھیرے میں چلتی لڑکی اسے حسب معمول زہر ہی لگی۔

،،میں تمھارے لئے اتنا نا قابل اعتبار کیوں ہوں۔؟دیکھو میں ایک شریف آدمی ہوں۔

اوہ خدایا تم مجھ پہ شک کر رہی ہو،،اسے صدمہ لگا تھا۔

،،ہوں گے لیکن کم از کم میرے نزدیک نہیں۔مرے نزدیک آپ دنیا کے سب سے مشکوک انسان ہیں۔،،

اسکا سانس پھول رہا تھا۔ تیز تیز چلتے ہوئے وہ دونوں ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی تگ ودو میں تھے۔

،،آخر اتنی بے اعتباری کیوں۔؟،،وہ عین اسکے سامنے آکر رکا تھا۔آگے جانے کے تمام راستے مسدود ہو گئے۔زینیا نے ایک پل کو ٹھہر کر سنجیدگی سے اسے دیکھا۔وہ اس سے دو ذینے آگے تھا۔لمبا چوڑا قد نیم اندھیرے میں سایہ سا لگتا تھا۔

،،کوئی ہے جو آپ کا تعاقب کرتا ہے۔کوئی ہے جو آپ کے سینے پہ بندوق رکھ دیتا ہے۔ کوئی ہے جو آپ سے کچھ لینا چاہتا ہے۔جان،مال،یا پھر کچھ اور۔،،

مہدی ابرو سکیڑے اسے سن رہا تھا۔

،،آپ کی پنڈلی میں چاقو بندھا ہے۔جیکٹ کی جیب میں گن ہے۔ڈھیر ساری استعمال نہ ہونے والی سم کی ڈبیا ہیں۔بیک وقت پہ تین موبائل فونز ہیں۔آپ پرابلم ہیں مسٹر کمبیر۔ کیا مجھے اب بھی آپ سے مسئلہ نہیں ہونا چاہیے۔؟،،

مہدی نے سر جھٹکا۔ایک ذینہ نیچے اترا۔،،کل قلعے والی بات کو بھول جاؤ۔وہ بس ایک حادثہ تھا۔،،

،،میں بھول جاؤں گی کیا آپ بھول سکتے ہیں۔؟،،وہ ترنت بولی۔،،آپ کی آنکھیں دیکھ کر صاف لگتا ہے آپ ساری رات نہیں سوئے۔جان کا خوف اچھے اچھوں کی نیند اڑا دیتا ہے۔،،

،،مجھے موت سے خوف نہیں آتا۔،،مہدی سنجیدہ تھا۔

،،مجھے آتا ہے۔کیونکہ موت کے بعد جنت دوزخ آتے ہیں۔میں نے دونوں کی تیاری نہیں کی۔،،

،،تمھیں لگتا ہے وہ مجھے مار دے گا۔؟،،وہ نہ جانے کیا سننا چاہتا تھا۔

م،،یں چاہتی ہوں وہ آپ کو مار دے۔تاکہ آپ کو معلوم ہو انسانوں کی دنیا میں فرشتہ بننے کا انجام کیا ہوتا ہے۔،،

www.novelsclubb.com

وہ دونوں ترکی بہ ترکی ایک دوسرے سے سوال جواب کر رہے تھے۔

،،تم اتنی پتھر دل کیسے ہو سکتی ہو۔؟،،اسے تاسف ہوا۔

،، تصیح کریں۔میں صرف پتھر ہوں۔دل نامی چیز بس میرے جسم کے لئے کام کرتی ہے ۔اسکے اندر جذبات بھرنا ایک عرصہ پہلے چھوڑ چکی ہوں۔،، نیم اندھیرا اب چھٹ رہا تھا۔ ہلکی ہلکی روشنی پھیل رہی تھی۔

مہدی نے بے چارگی سے اسے دیکھا اور کندھے ڈھیلے چھوڑ دیئے۔سر کو زور زور سے نفی میں ہلایا۔

،،اچھا ٹھیک ہے۔اب مجھے معاف کرو کہ میں نے تم سے بات کرنے کی کوشش کر دی۔ چلو آگے۔،،وہ کہہ کر آگے بڑھ گیا۔

سورج طلوع ہونے ہی والا تھا۔اور اب بھی کوہ باطل کی بلندیوں تک جانا بے کار نہیں تھا۔

،، تم جانتی ہو اس پہاڑ کا نام کوہ باطل کیوں ہے۔؟،،مزید چند زینے چڑھنے کے بعد وہ خود پہ قابو نہیں رکھ پایا۔وہ پبلک سپیکر تھا۔بولتا نہیں تو کہاں جاتا۔۔

،،میں آپ کی ٹریول گائیڈ نہیں ہوں۔جو آپ کی معلومات میں اضافہ کرتی رہوں۔

،،مہدی نے ڈھیر سارا کلسنا ضبط کیا۔اور چلتا رہا۔ساتھ ساتھ اب وہ اپنے بیگ سے نکالا ہوا بھٹا چھیل رہا تھا۔

،،اچھا سنو تم بھٹا کھاؤ گی؟،،اس نے کھلے دل سے آفر کی۔

،،یہ نرالے شوق آپ ہی کو مبارک ہوں۔ صبح صبح بھٹا کھالوں۔،،وہ بڑبڑائی۔مہدی مسکرایا۔یہ جلی کٹی لڑکی شاید زہر کھا کر پلتی تھی۔

چلتے چلتے وہ ایک بار پھر رک گیا۔یوں کہ راہیں ایک بار پھر مسدود ہوئیں۔ گوادر کا سمندر اور کشتیاں یہاں سے بہت چھوٹی نظر آتی تھیں۔مہدی کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔آس پاس کے نظارے دل کو خیرہ کئے دیتے تھے۔

،، تمھیں بھوک لگی ہے ناں۔؟،،وہ مسکرا رہا تھا۔زینیا نے خفگی سے چہرہ گھمایا۔صاف ظاہر تھا وہ بھوکی تھی۔آہ وہ واقعی بھوکی تھی۔مہدی کو صحیح لگا تھا۔

،،تم یہ بھٹا کھانا چاہتی ہو ہے ناں،،۔بدتمیز آدمی۔

www.novelsclubb.com

،،میں وہ چائے پینا چاہتی ہوں۔جو آپ کے تھرماس میں ہے۔،،اب کے اس نے گردن کڑالی۔ڈھٹائی تو اس پہ ختم ہوتی تھی۔چائے کے عاشقوں کو اگر صبح صادق چائے نہ ملے تو انکا دماغ کام نہیں کرتا۔مہدی کے ہاتھ میں مکئی کے دانے تھے۔جسے وہ زینیا کی طرف

بڑھائے ہوئے تھا۔ابھرتا سورج، نم ہوائیں، بھٹے اور چائے کی خوشبو اور سمندر کا نظارہ۔ زندگی سے اور کیا چاہیے۔؟

،،اگر تم یہ بتادو کہ اس پہاڑ کا نام کوہ باطل کیوں ہے تو مکئی تمہاری ہوئی۔،،

ایک پل کو زینیا کہ جی میں آیا تھا کہ اسے یہیں سے دھکا دے دے۔اپنے چہرے پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے اس نے خود کو کمپوز کیا۔خود کو حد درجہ بے نیاز ظاہر کیا۔

،،بلوچی زبان میں باطل بہت بڑی کشتی کو کہتے ہیں۔دور سے دیکھنے پہ یہ پہاڑ ایک کشتی جیسا لگتا ہے۔اس لئے اسکا نام کوہ باطل ہے۔،، کہتے ساتھ اس نے ہتھیلی پھیلادی۔ گردن کڑائے رکھی۔چہرہ سخت۔مہدی نے سارے دانے اسکی ہتھیلی پہ پلٹ دیئے۔اور مسکرا کر آگے بڑھا۔

،،چند اور سوالوں کو جواب دے دو۔پھر چائے بھی پلادوں گا۔،، وہ آگے بڑھ رہا تھا۔زینیا ڈھیر سارا غصہ ضبط کرتے ہوئے اسکے پیچھے گئی تھی۔

اس آدمی کی موت زینیا کے ہاتھوں لکھی تھی۔کاش اس دن اس قلعے میں اسے بچایا نہ ہوتا ۔وہ بڑبڑاتے ہوئے اسکی باتوں کا جواب دیتی جا رہی تھی۔واپس حال میں آؤ تو وہی چھوٹی گاڑی کی حبس وہی اسپرے کی خوشبو اور وہی کونج کی چنگھاڑ۔

Weirdo زینیا اپنے دھیان میں بڑبڑائی۔

دادی کے کمرے میں آج ایک بار پھر رونق لگی تھی۔پلنگ پہ کپڑے بکھرے پڑے تھے۔ وہی جو زینیا کی شادی کے لئے لائے گئے تھے۔سامنے ٹی وی چل رہی تھی۔جس پہ اس وقت کسی ڈرامے کی آخری قسط چل رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

،،یہ تو تھا ہی بے غیرت۔مجھے اس سے یہی امید تھی۔،،ہیرو کے آخری کارنامے پہ دادی کا تبصرہ۔

،،ذرا اسکی بیوی بچوں کی تصاویر دکھانا کونج۔،،ٹی وی سے ذرا سی نظر نہ ہٹائی۔انکے دائیں گھٹنے پہ زینیا سر رکھے ہوئے تھی۔ٹانگیں سینے سے لگا رکھی تھیں۔جبکہ کونج اب تک جوڑے الٹ پلٹ رہی تھی۔

،،اللہ اللہ اس میں سے کونسا رکھوں۔؟،،اسکے نرالے غم تھے۔

،، تمھیں کہہ رہی ہوں اسکے خاندان کی تصویر دکھاو۔جوتا اٹھاؤں کیا۔؟،،دادی کا موڈ بری طرح خراب ہو رہا تھا۔کونج نے کوفت سے اپنا موبائل اٹھایا۔اسی لمحے ڈرامے کی قسط ختم ہو گئی۔کونج نے ذرا کی ذرا نظر اٹھا کر زینیا کو دیکھا۔پھر ٹی وی کو۔جہاں لڑکا لڑکی آخر میں شادی کر چکے تھے۔زینیا خالی خالی نظروں سے ٹی وی کو دیکھ رہی تھی۔کونج کو بے اختیار ملال سا ہوا۔بے دلی سے موبائل واپس رکھا اور دادی کے کندھے پہ سر رکھ لیا۔ دونوں بازو دادی کے بازو سے جوڑ لئے۔اور منہ بسور لیا۔

www.novelsclubb.com

،،کہانیاں کتنی اچھی ہوتی ہیں ناں دادی۔آخر میں ولن سامنے آجاتا ہے۔برائی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔اچھائی جیت جاتی ہے اور،وہ ایک پل کو رکی۔ایک بے بسی بھری نظر اپنی بہن

پہ ڈالی۔،،اور لڑکا لڑکی ہمیشہ مل جاتے ہیں۔،،اسکا گلہ بھاری ہو رہا تھا۔اسے ترس آ رہا تھا۔ اسے زینیا پہ بہت سارا ترس آ رہا تھا۔

دادی نے گہری سانس بھری۔اپنی گود میں لیٹی زینیا کو دیکھا۔اب کے وہ بولیں تو انکا لہجہ گھر کے بڑوں جیسا تھا۔

،،کہانیوں کے پاس ساری زندگی نہیں ہوتی کونجاں۔کہانیاں بس ایک محدود مدت کے لئے ہمارے ساتھ رہتی ہیں۔انکا اصل ہمیں سبق دینا ہوتا ہے۔انکو ختم ہونا ہوتا ہے۔ دنوں میں مہینوں یا گھنٹوں میں۔تاکہ ایک نئی کہانی اور نیا سبق آپ کی زندگی میں جگہ بنا سکے۔،،

کونج خاموش ہو گئی۔لیکن زینیا نہیں۔اسکی کھوکھلی آواز میں پوچھا سوال دادی کے کانوں میں گونجا۔

www.novelsclubb.com

ا،،صل زندگی کہانیوں جیسی کیوں نہیں ہوتی اماں۔؟ محبتیں مل جائیں،سچائی سامنے آجائے۔دوست ساتھ رہیں۔غلط فہمی کسی روز ختم ہو جائے۔،ایک پل کو وہ ٹھہر گئی۔،،

اور جسے پکارو وہ صحیح وقت پہ چلا آئے۔،،اسکی آخری بات پہ ان تینوں کا دل ایک ساتھ دکھا تھا۔

،،انسان اپنی زندگی میں بہت ساری غلطیاں کرتا ہے بچے۔ کئی بار اسے غلطیوں کے بعد پتہ چلتا ہے کہ اسے یہ سب نہیں کرنا چاہیے تھا۔ لیکن اسکے پاس ایک شکوہ ہوتا ہے کہ کاش کوئی ہوتا جو اسے سمجھاتا کہ فلاں وقت پہ فلاں طریقے سے فیصلہ لینا تھا۔،،دادی ٹھہر ٹھہر کر بول رہی تھیں۔

،،ہر انسان کے پاس انسان نہیں ہوتے۔ کچھ لوگوں کے پاس نصیحت دینے کو کہانیاں ہوتی ہیں۔ زندگی میں آگے بڑھنے اور فیصلہ لینے کو کچھ کردار ہوتے ہیں۔ جنہیں دیکھ کر وہ اپنے لئے ویسا فیصلہ لیتے ہیں۔ جن سے وہ سیکھ جاتے ہیں۔ کہانیوں کو انجام پہ جانا ہوتا ہے۔ تاکہ وہ آپ کو کچھ اچھا سکھا سکیں۔ کہانیوں کا انجام آپ کو بتاتا ہے کہ آپ نے اپنا انجام کیسا رکھنا ہے۔ کیا چیز ہے جو آپ کو بچائے گی۔،،

،،کہانی کے انجام ہمیشہ اچھے کیوں ہوتے ہیں دادی۔؟ صرف اچھے انجام والی کہانیاں کیوں پسند کی جاتی ہیں۔؟،،کونج کی آواز کہیں دور سے آتی تھی۔

دادی نے لمبی سانس لی۔،،وہ لوگ اصل قاری ہوتے ہی نہیں۔جنکو کہانی کا انجام خوشگوار چاہیے ہو۔ایسے لوگ بس اپنی ناکام حسرتوں کو دو کرداروں کے درمیان پورا ہوتے دیکھنا چاہتے ہیں۔اصل قاری وہ ہوتا ہے جو برے انجام سے کچھ سیکھے،۔تمہاری پہلی بات سے اختلاف ہے مجھے۔کہانیوں کے انجام ہمیشہ خوشگوار نہیں ہوتے۔بلکہ ناخوشگوار انجام زیادہ بکتا ہے۔ سسی پنوں،ہیر رانجھا،رومیو جیولیٹ،سوہنی مہیوال۔،

ان سب کے انجام بھی تو برے تھے۔لیکن کیا کوئی ہے جس نے یہ نام یہ کہانی نہ پڑھ رکھی ہو۔؟کہانی کو اسکے انجام سے نہیں اسکے سبق سے پہچاننا چاہیے۔اپنی ناکام حسرتوں کو دو کرداروں کے درمیان سوچنا چھوڑ کر آگے آنے والی زندگی کے مثبت فیصلے لینے چاہیے۔ یہی ہے اصل کہانی۔یہی ہے زندگی۔،،

کافی دیر خاموشی رہی جسے اب کونج نے توڑا تھا۔

www.novelsclubb.com

،،اچھا دادی وہ بھیڑیے اور شہر بانو والی کہانی سنائیں ناں۔،،کونج لاڈ کر رہی تھی۔ابھی جو اگر دادی کا ڈرامہ چل رہا ہوتا تو وہ صحیح لاڈ پورے کرتیں لیکن خیر۔

،،شہر بانو میرے بچپن کی دوست تھی۔ بڑی خوب صورت اور زہین۔دادی نے کہنا شروع کیا۔جو اسکو دیکھتا تھا بس دیکھتا رہ جاتا تھا۔اسکا چہرہ چمک دار تھا۔،،

،،دادی وہ ہائیلائیٹر لگاتی ہو گی۔،،کونج نے اپنی ٹانگ اڑائی۔زینیا مسکرائی تھی۔سنہری آنکھوں میں تکان تھی۔

،،کمبخت ہمارے زمانے میں میک اپ نہیں ہوتا تھا۔ہمارا سنگھار کیا تھا بھلا۔؟سرمہ لگالیا۔مسواک سے دانت صاف کئے۔دوچٹیا گوندھی۔اور یہ ہو گئے تیار۔،،

کونج نے بھنویں سکیڑیں۔،،ہاں اتنی آپ کترینہ کیف۔،،وہ بڑبڑائی۔دادی نے ضبط کیا اور کہانی جاری رکھی۔

،،ہاں تو شہر بانو کی بہن کے یہاں بیٹا ہوا تھا۔ایک دن وہ اپنے بڑی بہن سے ملنے دوسرے گاؤں جارہی تھی۔جب بھیڑیوں نے اسکا راستہ روک لیا۔بیچاری چھوئی موئی سی تو تھی ڈر گئی۔لیکن ہمت نہ ہاری۔،،

زینیا نے پہلو بدلا۔یہ کہانی کا اصل نہیں تھا۔کونج دھیان سے سن رہی تھی۔

،،بھیڑیا جیسے ہی اسے کھانے آیا شہر بانو نے اسے ہاتھ کے اشارے سے روکا۔،،

،، بھیڑیا رک گیا ناں دادی۔؟،، کونج ایک بار پھر درمیان میں بولی تھی۔ہزار دفع سنی ہوئی کہانی تھی۔لیکن ہر دفع پہلے جیسی فیسینیٹ کرتی تھی۔

،،ہاں بھیڑیا رک گیا تھا۔شہر بانو نے اس سے کہا کہ وہ اپنی بہن سے آنے کا وعدہ کر چکی ہے ۔اسے جانے دے کیونکہ اگر وہ نہیں گئی تو وعدہ خلاف کہلائے گی۔اور اگر بھیڑیے نے اسے کھایا تو اللہّ کے حضور اسکی شکایت دے گی۔،،

زینیا اب کے اٹھ بیٹھی تھی۔دادی کو تادیبی نظروں سے دیکھا۔جیسے کہہ رہی ہو۔یہ اصل نہیں ہے دادی۔بوڑھی قصہ گو نے نظریں چرا لیں۔

ب،، بھیڑیا ہٹ گیا اور شہر بانو کو جانے دیا۔شہر بانو نے وعدہ پورا کیا۔اور اپنے بھانجے کو دیکھ کر حسرت پوری کی،،۔کونج کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔زینیا کی آنکھوں میں استہزاہ تھا۔

www.novelsclubb.com

،، شہر بانو واپس اسی راستے سے گئی۔لیکن بھیڑیے نے اسے نہ کھایا۔کیونکہ وہ اسے نہ کھانے کا وعدہ کر چکا تھا۔بغیر کوئی مدت طے کئے۔شہر بانو نے باقی ساری زندگی سکون سے گزاری۔شادی کی بچے ہوئے۔اور پھر زندگی بہت اچھی گزری۔،،

کہانی ختم ہو گئی تھی۔اسی لمحے کونج کا موبائل بجا۔وہ کال سننے باہر چلی گئی تو زینیا نے دادی کو دیکھا۔

،،اسے جھوٹی کہانیاں مت سنائیں دادی۔اسے بتائیں کہ اس دنیا میں ہر انسان بھیڑیا ہے۔ اور بھیڑیے کسی انسان کو نہیں بخشتے۔اسے بتائیں کہ شہر بانو کا سارا حسن بھیڑیوں نے نوچ لیا تھا۔حسرتیں پوری نہ ہو سکیں۔اور وہ ایک ٹریجک اینڈنگ لے کر اس دنیا سے رخصت ہوئی،،۔

دادی نے مسکرا کر اس ضدی لڑکی کو دیکھا۔ذرا سا توقف کیا۔پھر کہنے لگیں۔

،،جب تم بہت چھوٹی تھی ناں میں تمھیں بھی یہی کہانی سناتی تھی،تم کونج کی طرح سوال نہیں کرتی تھیں۔لیکن تم اس کہانی سے خوش نہیں ہوتی تھیں۔تم چودہ سال کی تھی زینی ۔،جب وہاں اس دروازے کی چوکھٹ پہ۔،انہوں نے دروازے کی جانب اشارہ کیا۔ آنکھیں زینیا کے چہرے پہ جمائے رکھیں۔

،،تم نے وہاں کھڑے ہو کر عجیب سی آنکھوں کے ساتھ پوچھا تھا۔بلکہ بتایا تھا۔تم نے کہا تھا۔شہر بانو کو بھیڑیا کھا گیا تھا ناں دادی۔؟وہ کبھی اپنے بھانجے سے نہیں ملی تھی ناں

۔؟دنیا میں ہر انسان بھیڑیا ہوتا ہے۔اور بھیڑیے وعدے نہیں نبھاتے ہے ناں۔؟،،زینیا پلک تک نہ جھپک سکی۔

،،ہر انسان کی زندگی میں ایک وقت آتا ہے۔جب اسے قصہ خو سے سننے کی ضرورت نہیں رہتی۔جب وہ قصے بوجھ لیتا ہے۔تمہارا وقت جلدی آگیا تھا۔کونج کا وقت بھی آئے گا۔،،

زینیا کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے بستر سے پیر اتار رہی تھی۔

،،میں نے کہانی کاروں سے بڑا جھوٹا کوئی نہیں دیکھا۔،،

،،اگر کہانی کار جھوٹ نہ گڑھیں تو تم اپنی کہانی کا سچ نہ جان پاؤ۔،،دادی خفا ہی تو ہو گئیں تھیں۔

کہانی کار تھیں وہ بھئی۔

www.novelsclubb.com

دادی کے کمرے سے واپسی پہ وہ تھکے تھکے قدموں سے بیٹھک چلی آئی تھی۔ ٹیلی فون کئی دنوں سے خراب پڑا تھا۔ ابا اور زینیا مشین بڈیز تھے۔ لیکن چند دنوں سے انہیں بھی کہاں وقت ملتا تھا۔ وہ چھوٹے چھوٹے قدم لیتی ٹیلی فون کی جانب بڑھ آئی۔ عبداللہ سے رابطے کا واحد زریعہ۔ اسے اس ٹیلی فون سے بھی عقیدت تھی۔ اس نے اسٹول کی نیچے سے اپنا سامان نکالا اور تھوڑی دیر بعد وہ اپنے کام میں مگن نظر آرہی تھی۔ پرزے پرزے الگ کئے۔ سر جھکائے منہمک اور فیسینیٹ سی۔ یہ ٹیلی فون کئی بار اسکے پار سے عبداللہ کی آواز آئی ہو گی، یہ مشینی پرزہ نہیں تھا۔ یہ معتبر تھا، اسکی تعظیم فرض تھی۔ دفتعادروازے پہ کونج نمودار ہوئی۔ اسکے ہاتھ میں اسکی ڈائری تھی۔ ہونٹوں پہ مسکراہٹ۔ وہی مسکراہٹ جو ایک نیا شعر سنانے کے لئے آتی تھی۔

www.novelsclubb.com

عرض کیا ہے۔

"وہ تیرے نصیب کی بارشیں کسی اور چھت پہ برس گئیں۔ دل بے خبر میری بات سن اسے بھول جا، اسے بھول جا۔

وہ جو بساط جان ہی الٹ گیا۔

وہ جو بیچ راہ میں پلٹ گیا۔

اسے پھر بلانے سے حصول کیا۔

اسے مت بلا اسے بھول جا۔"

"کیسا تھا۔؟" وہ اشتیاق سے پوچھ رہی تھی۔ زینیا نے سر نہیں اٹھایا۔

،،بلا خر تمھارے اندر کی ناکام شاعرہ جاگ گئی۔ یہ معجزہ کیونکر ہوا۔؟،،اسکے ہاتھ تیز تیز چل رہے تھے، مشینیں اسکے لئے کبھی مشکل نہیں رہی تھیں۔

کونج گہری سانس لیتی آگے آئی۔،، کئی دنوں سے میرے اندر کی شاعرہ کے مزاج خراب تھے۔ نہ غزل کا وزن برابر ہو رہا تھا۔ نہ قافیہ میل کھا رہا تھا۔،، وہ زینیا کے ساتھ نیچے آکر بیٹھی۔

اور اس سب کی وجہ کیا تھی۔؟ زینیا اب روئی کے گولے سے ٹیلیفون کے اندرونی پرزے صاف کر رہی تھی۔

،،ہک ہاہ وجہ کیا ہونی تھی۔شاعرہ کو لگا تھا کہ انکی ہمشیرہ کی زبردستی نسبت طے کی جارہی ہے۔اسی غم میں ہم نے اپنی ایک شاعری کی کتاب جلادی۔،،

،،ہیں ہیں۔؟تم نے میرے لئے کتاب کیوں جلالی۔؟،،زینیا نے حیرانی سے سر اٹھایا۔تیل میں ڈوبا روئی کا گولہ اب بھی ہاتھ میں تھا۔

،،پانی سے گاڑھا خون۔،،یک سطری جواب۔آنکھیں سنجیدہ۔چہرہ مطمئین۔

،،خیر ہم نے سوچا جب ہماری بہن کو ہی کوئی پرواہ نہیں۔پھر ہم کیوں قوم کو ایک اچھی شاعرہ سے محروم کریں۔؟تو پھر عرض کیا ہے۔،،

زوں زوں.....موبائل کی چنگھاڑتی آواز پہ شاعرہ بدمزہ ہوئی تھیں۔لیکن زینیا کی آنکھیں سکڑی تھیں۔اس نے ایک نظر موبائل پہ آتی کالر آئی ڈی دیکھی پھر کونج کو دیکھا

www.novelsclubb.com

۔

،،یہ تمھیں کیوں کال کر رہی ہے۔؟تم نے تو اسے چھوڑ نہیں دیا تھا۔؟،،مشکوک تفشیشی لہجہ۔

،، تصیح کرو میں نے اسے نہیں اس نے مجھے چھوڑا تھا۔،،اس نے ہاتھ بڑھا کر موبائل بند کر دیا۔،،اور اس نے تمھیں کیوں چھوڑا۔؟،،

شاعری کی زبان میں جواب عرض ہے۔

خود بخود چھوڑ گئے تو چلو ٹھیک ہوا۔

اتنے احباب کہاں ہم سے سنبھالے جاتے۔

ہم بھی کوچہ جاناں سے غالب کی طرح۔

نہ نکلتے تو کسی روز نکالے جاتے۔

،،داد دوں یا لعنت۔؟،،اسکی بڑی بہن سنجیدہ تھی۔

،،جو چاہے دے دیں ہم emerging شاعر ہیں سب دل سے قبول کر لیتے ہیں۔،،

اس نے آنکھیں پٹپٹائیں۔زینیا نے ایک گہری سانس لی اور ایک بار پھر اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔ مٹی،دھول صاف ہو چکی تھی،اب وہ اسکرو ڈرائیور سے ٹیلیفون واپس جوڑ رہی تھی۔

،،اچھا زینی یہ بتاؤ۔اگر عبداللہ آجاتا تو تمہاری ساری فکریں ختم ہو جاتیں ہے ناں۔؟،،

،،عبداللہ آجاتا تو میری ساری فکریں مزید بڑھ جاتیں۔،، مصروف لہجہ۔،،عبداللہ کے ساتھ مجھے آخری سانس تک بے یقینی رہتی۔وہ مجھ سے شادی کی حامی بھرتا،تو نکاح والے دن نہ انے کی بے یقینی۔وہ گھر لے جاتا تو بیچ راستے میں مجھے چھوڑ دینے کی بے یقینی۔اولاد ہو جاتی تو اولاد سمیت گھر سے باہر نکال دینے کی بے یقینی۔،اس نے ایک پل کو آنکھیں اٹھا کر کونج کو دیکھا۔،،عبداللہ میرے جنازے کو بھی ڈس اون کر سکتا تھا۔اس سے کوئی بعید نہیں۔،،

کونج نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔،،ایک طرف تم کہتی ہو عبداللہ تمھارا کمفرٹ ہے۔ دوسری طرف تم کہتی ہو عبداللہ کے ساتھ بے یقینی رہتی۔؟،،

it's complicated زینیا جھکے سر کے ساتھ مسکرائی۔

،،جن لوگوں کی بچپن سے منگنی ہو چکی ہوتی ہے وہ ذرا مختلف ہوتے ہیں۔خاص طور پہ لڑکیاں۔ہم خود کو کئی سال ایک گھر میں تصور کرتے آئے ہوتے ہیں۔جیسے کہ میں نے ایک لاکھ بار تصور کیا ہے عبداللہ میں اور اسکی آبائی حویلی۔،،اس نے سر جھٹکا۔

،،اگر وہ میرے ساتھ برا کرتا تو میں اسکے لئے تیار تھی۔اگر وہ میرے ساتھ اچھا رہتا،اباکا بدلہ مجھ سے لیتا یا پھر کچھ بھی ہو جاتا۔میں کے تیئیس سالوں میں اسکے خیالوں کے ساتھ گزار دیئے۔وہ اچھا یا برا نہیں لگتا تھا۔عبداللہ مجھے میرا لگتا تھا۔وہ میرا کمفرٹ تھا۔کیونکہ میں اسکے ساتھ ان کمفرٹیبل ہونے کو تیار تھی۔عبداللہ میرے لئے جو تھا وہ میں ساری زندگی کسی کو سمجھا نہیں سکوں گی۔،،

،،اور عبداللہ۔؟وہ تمھارے بارے میں کیا سوچتا ہو گا۔؟،،

،،اسے لگتا ہو گا میں اسکا انتظار کروں گی۔ساری زندگی۔یا پھر میں اسکے پیچھے آؤں گی سسی کی طرح۔لیکن وہ شاید بھول گیا ہے۔کہ نہ یہ کیچ مکران (ایک علاقہ) ہے نہ میں سسی اور نہ وہ پنہل۔(سسی پنوں ایک بلوچی لوک داستان ہے۔کیچ مکران نامی علاقے کی ایک مشہور داستان جس میں پنہل یعنی سسی کے شوہر کو اسکے بھائی اغوا کر جاتے ہیں،اور سسی اسکے عشق میں خاک چھانتی ہے۔)

مارے حیرت کے کونج کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔

،،اس دن جب عبداللہ کا فون آیا تھا۔تب میں نے اسے سنا تھا زینی۔اس نی ابا سے کہا تھا تم اسکے لئے اگلے سو سال بھی انتظار کر سکتی ہو۔تم دونوں کیا ہو زینی۔،،؟

Soulmates

زینیا نے سرگوشی کی۔

کونج نے بے اختیار جھرجھری لی تھی۔،،!!اللہّ معاف کرے۔تم لوگ اگر سول میٹ ہو تو میری توبہ۔خیر مجھے یہ بتاؤ عبداللہ تمہارا منگیتر ہونے کے ساتھ ساتھ اور کیا لگتا تھا ۔؟یعنی..،

،،وہ ہماری پھپھو کا بیٹا ہے۔،،زینیا نے اسکی بات کاٹی۔وٹے سٹے کی شادیاں تھیں۔یعنی ابا کی دو بہنوں کی شادی عبداللہ کے گھر ہونی تھی۔

www.novelsclubb.com

،،زینی آہ مجھے صاف صاف سمجھاو الجھاؤ مت۔،،اسے کوفت ہوئی۔زینیا نے گہری سانس لی۔

،،اچھا ٹھیک ہے سنو۔عبداللہ کے دادا اور ہمارے دادا نے اپنے بچوں کی رشتے آپس میں طے کر دیے۔یعنی ہماری دو پھپھو انکے گھر جائیں گی۔اور انکے گھر سے دو لڑکیاں ہمارے گھر آنی تھیں۔دونوں عبداللہ کی پھپھو تھیں۔ سمجھ آئی۔؟۔،

ہماری ایک پھپھو شادی کر کے اپنے گھر چلی گئیں۔جو کہ عبداللہ کی اماں تھیں۔ہماری دوسری پھپھو کی شادی نہیں ہو سکی۔کیونکہ عبداللہ کے چچا نے کسی اور عورت سے شادی کر لی۔اور ہماری پھپھو کو ڈس اون کر دیا۔ سمجھی۔؟،،اس نی رک کر تصدیق چاہی۔؟،،

،،ہاں ہاں سمجھ گئی۔،،کونج نے جلدی جلدی سر ہلایا۔

،،تو جب انہوں نے ہماری پھپھو سے شادی نہیں کی تو پھپھو نے صدمے سے خودکشی کر لی ۔عبداللہ کے چچا کی وجہ سے ہماری پھپھو نے خودکشی کر لی۔اسکے بعد ابا کو طیش آ گیا۔یوں ابا نے اماں کو جو کہ انکی منگ تھیں۔کافی عرصہ تک ڈس اؤن کر دیا۔بلکہ شادی کے کچھ عرصہ بعد بشر کو ان سے چھین کر اپنے پاس رکھ لیا اور انہیں میکے چھوڑ دیا،یہ ایک سزا تھی ۔انکے خاندان کے لئے۔عبداللہ بھی اپنی پھپھو کا بدلہ لے رہا ہے۔یعنی ہماری اماں کا بدلہ

۔وہ بھی مجھ سے دیر شادی کرے گا۔ جیسے ابا نے اماں سے کی۔ وہ سارے خاندان میں ہمارا مذاق بنانا چاہتا ہے۔ جیسے ابا نے انکا بنایا تھا۔،،

،،اوہ اتنی بڑی ہسٹری۔،،اسکے لب اوہ کی شکل میں گول ہوئے۔،،ویسے یہ عبداللہ دکھتا کیسا ہے۔؟،،

مجھے نہیں پتہ۔زینیا ٹیلیفون جوڑ چکی تھی۔اور اب اسے واپس جگہ پہ رکھ رہی تھی۔،،نہ ابا کو پتہ ہے نہ بشر کو۔ کیونکہ جب عبداللہ کے چچا نے ہماری پھپھو کو ڈس اون کیا تھا۔تب برادری نے انکو گاؤں سے چلے جانے کا فیصلہ سنایا تھا۔ عبداللہ اور اسکا سارا خاندان کسی بڑے شہر شفٹ ہو گیا تھا۔ عبداللہ کے دادا کو وعدہ خلافی،اور عورت کو ڈس اون کروانے کی سزا ملی تھی۔اسکے بعد وہ لوگ ہمارے گھر کبھی نہیں آتے تھے۔نہ ہم ان سے ملتے تھے ۔ہماری بڑی پھپھو یعنی عبداللہ کی ماں ہم سے نہیں ملی تھیں۔،،

،،ایک منٹ ایک منٹ۔،،کونج نے اسے ٹوکا۔،،یہ سارے مسائل ابا کی شادی سے پہلے ہوئے تھے۔یعنی تب تو تم پیدا بھی نہیں ہوئی تھیں۔پھر تمہاری منگنی کیسے ہوئی۔؟،،

،،میری منگنی کبھی ہوئی ہی نہیں۔ہمارے یہاں ایک رسم ہے۔،،پیٹ،،اس رسم میں یوں ہوتا ہے کہ جب کسی لڑکی کی شادی کسی جگہ طے کی جاتی ہے تو اسکے سسرال سے ،،پیٹ،،نامی معاہدہ طے ہوتا ہے۔جسکا مطلب یہ ہوتا ہے کہ لڑکی کی پہلی بیٹی کا رشتہ اسکے ماموں اور نانا طے کریں گے۔اماں کا رشتہ طے کرتے وقت یہی معاہدہ ہوا تھا۔اماں کی پہلی بیٹی یعنی میں،میرے معملے میں یہ فیصلہ عبداللہ کے ابا اور دادا نے کرنا تھا۔اور یوں زینیا حاکم پیدا ہونے سے پہلے عبداللہ کے نام تھی۔،،

کونج مرعوب نظر آتی تھی۔زینیا نے اضافہ کیا۔

،،ابا کی شادی ہوئی اور اسکے بعد بھی ہم سب کبھی نہیں ملے۔گاؤں دیہاتوں میں ایسا ہوتا ہے۔لوگ دشمنی رکھ لیتے ہیں۔ایک دوسرے کی شکل بھول جاتے ہیں۔لیکن انتقام اور اپنی عورت نہیں۔عبداللہ بھی مجھے نہیں بھولا۔نہ اپنا انتقام۔،،

،،جو بھی ہوا ہے زینی،تم بالاج سے شادی کر کے خوش نہیں رہ سکتیں۔ہم شاعر اور رائیٹر چہرے پڑھ لیتے ہیں،بالاج وہ نہیں ہے جو نظر آتا ہے۔وہ اپنے لئے تمھیں چھوڑ دے گا۔وہ ایسا مرد نہیں جو ساتھ دے،وہ مشکلات میں تمھیں چھوڑ آسانی کو چنے گا۔،،

زینیا نے دیوار سے ٹیک لگالی۔،، بالاج جیسا بھی ہے، عورت کے ہاتھ میں ہوتا ہے مرد کو جیسے مرضی اٹھائے بٹھائے، میں بالاج کو بدل سکتی ہوں۔ایک عورت مرد کو بدل سکتی ہے ۔،اپنی مرضی کے فیصلے کرواسکتی ہے،اپنی باتیں منواسکتی ہے عورت کے اختیار میں ہوتا ہے،وہ مرد کو بدل سکتی ہے۔،،

،،مجھے تو اپنے خاندان کی کچھ سمجھ نہیں آئی۔،، کونج ہلکان ہو گئی تھی۔،، کہاں تم بالاج سے بے زار اور کہاں اسکو بدلنے کے دعوے۔،،

زینیا مسکرائی۔،، کہاناں۔

،، it's complicated

www.novelsclubb.com

امراہ کی یہ کالونی اس پہر خاموش سی تھی۔درختوں سے گرتے پتوں نے سڑک کو ڈھک رکھا تھا۔اسلام آباد کوئی سڑک ایسی نہ ہو گی جہاں پتے نہ بکھرے ہوں۔ کبھی خزاں کے تو کبھی بہار کے۔ سڑک کے اطراف میں لگے پولز پہ روشنیاں آنکھوں کو چندھیاتی ہیں،ہوائیں بدن کا محاصرہ کرتی ہیں،اونچی نیچی صاف ستھری سڑکیں قدموں کو چلتے رہنے کا دعوت نامہ دیتی ہیں،اسلام آباد کے ذکر پہ ذہن میں بس ایک لفظ آتا ہے aesthetic۔ اور یہی ایک لفظ اسکے سارے حسن کو اپنے اندر سمو لیتا ہے۔

دو ہیولے اس وقت ایک لمبی واک پہ نکلے ہوئے تھے۔انکے قدم پتوں پہ پڑتے تو چرچراہٹ پیدا ہوتی تھی. جو اسلام آباد کے سکون میں ارتعاش پیدا کرتی تھی۔۔دونوں ہیولوں میں ایک ڈھلتی عمر کا مرد تھا۔اور ایک درمیانی عمر کا۔پتوں کی چرچراہٹ کے درمیان تم ایک آواز سنو گے۔

www.novelsclubb.com

،،تم نے کیوں ساری دنیا اپنے خلاف کر لی ہے۔؟،،ایک مرد تاسف سے بولا تھا۔

دوسرے نے کندھے اچکائے۔

،، پتہ نہیں کیوں ساری دنیا میرے پیچھے پڑ گئی ہے، میں کیا کرتا ہوں۔؟ سانس لیتا ہوں تو جینے کا الزام لگتا ہے۔،، وہ ہلکے پھلکے انداز میں بولا۔

،، تم اتنے معصوم نہیں ہو قیس جتنے بنتے ہو۔،، خفا خفا سا تبصرہ۔

،، میں اتنا برا بھی نہیں ہوں جتنا برا میرے ساتھ کیا جاتا ہے۔،، چلتے چلتے وہ ٹھہر گیا تھا۔ سٹریٹ پولز کی روشنی میں اسکا چہرہ صاف نظر آتا تھا۔ اسکے ساتھ چلتے بختیار اندھیرے میں تھے۔

تم دنیا کو بتاؤ کہ تم ایک اچھے انسان ہو۔

،، خدا کی قسم میں نہیں ہوں۔،، وہ مسکرا کر یاد دہانی کروا گیا۔

،، تم اپنے گھر اپنے خاندان کے ساتھ نبھانا سیکھو۔ تم مہدی کے ساتھ تعلقات درست کرو ۔اپنے دل سے اس کے لئے نفرت نکال دو۔،،

www.novelsclubb.com

،، یہ نفرت اس دن نکلے گی جس دن میرے جسم سے سانس۔ میں اسکے ساتھ ایک گھر میں رہ رہا ہوں۔ اسے برداشت کر رہا ہوں۔ یہ کافی ہونا چاہیے۔ میں اسے کوئی نقصان نہیں

دے رہا چچا۔،،اسکی آنکھیں غیر آرام دہ ہو رہی تھیں۔چہرے پہ اضطراب پھیل رہا تھا ۔کچھ دیر قبل کی بشاشت کلفت میں بدل رہی تھی۔

بختیار نے رنجیدگی سے اسے دیکھا تھا۔

،،تم کسی کی موت کا پروانہ رواں کر چکے ہو قیس۔تمھیں کیا لگتا ہے،میں نہیں جانتا ۔؟،،ایک لمحے کو قیس پلک نہیں جھپک سکا۔البتہ چہرے کے تاثرات نارمل رہے۔کئی پل وہ بس انہیں دیکھتا رہا،کئی لمحے بعد اسکی سنبھلی ہوئی آواز تمھیں سنائی دے گی۔

،،میں نے اتنے سال اسے زندہ رہنے دیا ہے۔اب لگتا ہے۔اسکی موت کا وقت آگیا ہے۔ ،،وہ ایسا سفاک ہوا تھا کہ کسی کو بھی اس سے خوف آئے۔،،آپ سب کو مجھ پہ ترس نہیں آتا۔؟میں بھی ایک انسان ہوں میری برداشت کی بھی حد ہوتی ہے۔؟،،

،،تو اسے مرد بن کر کیوں نہیں مارتے۔؟،،بختیار نے طنز کیا۔،،اسکے سامنے جاؤ۔سینہ ٹھوک کر کہو تم اسے مارنے آئے ہو۔تم ہو وہ انسان جس نے ایک عرصے سے اسکی نیند اڑا رکھی ہے۔تم نے اسکے پیچھے تعاقب کار بھیج رکھے ہیں۔کہو جاؤ گے اسکے سامنے۔؟بولو گے یہ سب۔؟،،

اندھیرے میں کھڑا شخص قیس کو گناہوں کی روشنی سے نکال لانا چاہتا تھا۔ لیکن یہ روشنی اتنی چکاچوند کر دینے والی تھی کہ اس سے نکلنا ہر انسان کے بس کی بات نہیں ہوتی۔

،،میں یہی کرنے والا ہوں چچا۔ میں مردوں کی طرح اسکے سامنے جا کر عین اس مقام پہ گولی ماروں گا جہاں میرے باپ کو لگی تھی۔ انتقام لوں گا میں۔ مجھ پہ انتقام لازم ہے۔،،

بختیار اسے بے بسی سے دیکھنے لگے۔ بیچ سڑک پہ سٹریٹ پولز کی روشنیوں میں وہ دونوں ہی ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ چند لمحے خاموشی کی نظر ہوئے۔ کئی ساعتیں چپ کھا گئی۔

،،یہ تم کن چکروں میں پڑ گئے ہو۔؟ یہ تم کیا بنتے جا رہے ہو۔ انکے لہجے میں یاسیت گھل گئی ۔ تمہارا حق ہے زندگی پہ۔ شادی کرو۔ بچے پیدا کرو۔ زندگی بناؤ۔ تم اتنے برے تو نہیں تھے۔،،

www.novelsclubb.com

،،میں برا نہ بنتا اگر یہ دنیا میرے ساتھ اچھی رہتی۔ مجھے برا بنایا ہے۔ تو اب عذاب بھگتیں ۔،،وہ ضدی بچے کی مانند کہتا آگے بڑھ گیا۔ ایک بار پھر ان دونوں کے قدموں تلے پتے

روندے جارہے تھے۔وہ دونوں چند قدم ہی آگے گئے ہوں گے۔جب بختیار نے ایک بار پھر پکارا۔

،،شادی کرلو قیس۔تمہاری عمر میں سب کر لیتے ہیں۔،،

یہ ایک تجویز نہیں تھی۔قیس جانتا تھا۔وہ چلتا رہا رکا نہیں۔

،،آپ آج دس منٹ کے اندر دو بار مجھ سے شادی کا کہہ چکے ہیں۔کیا میں یہ سمجھوں کہ آپ کی نظر میں کوئی لڑکی ہے۔؟،،وہ آگے بڑھ رہا تھا۔جبکہ بختیار وہیں ٹھہر گئے تھے۔

،،شادی کرلو قیس۔فیملی بناؤ۔اب یہ خواہش نہیں ضرورت بن گئی ہے۔،،وہ بے حد سنجیدہ تھے۔

،،اچھا پھر بتائیں کس سے شادی کروں۔؟،،وہ اپنی جگہ کھڑے کھڑے مڑا تھا۔آنکھیں مسکرا رہی تھیں۔وہ آج اچھے موڈ میں رہنا چاہتا تھا۔

www.novelsclubb.com

،،اسی لڑکی سے جسے مہدی کمبیر ڈس اون کر چکا ہے۔،،الفاظ نہیں تھے زنجیر تھے۔قیس اپنی جگہ کھڑے کھڑے اسیر ہو گیا۔آس پاس بہتی ہوا ساکت ہو گئی۔وہ پلک تک نہیں

جھپک سکا۔ایک لمحے کے لئے وہ سانس نہیں لے سکا تھا۔ قیس کمبیر کو اپنی زندگی کی سب سے غیر متوقع بات سننے کو ملی تھی۔

،،تم اسکا ساتھ نبھا سکتے ہو۔وہ تمھارے قدم سے قدم ملا کر چل سکتی ہے۔اسے ایک موقع دو۔خود پہ ذرا مہربان بنو۔وہ ایک وقت میں وہ تمھارے ساتھ اچھے ٹرمز پہ رہ چکی ہے قیس۔،،

وہ اب بھی شل تھا۔اسے نہیں پتہ تھا اس سے کیا کہا گیا ہے۔ لیکن وہ بس سانس نہیں لے سکا تھا۔ لمحے بھر کے لئے اسکے کان سن ہوئے تھے۔ سارے جسم سے جیسے جان نکل گئی ہو ۔زبان حلق سے چپک گئی۔

،،ہم اچھے ٹرمز پہ نہیں رہے۔،،اسکی آواز پھٹی ہوئی تھی۔،،وہ مجھ سے کئی سال چھوٹی ہے ۔میں. میں یہ کیسے کر سکتا ہوں۔؟اوہ خدایا یہ آپ کیا سوچ رہے ہیں۔؟،،وہ جیسے ابھی ابھی ہوش میں آیا تھا۔اسکی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں۔کان اب تک سائیں سائیں کر رہے تھے۔

،،اس میں قباحت ہی کیا ہے۔؟،،وہ سرمئی بالوں والا مرد آگے بڑھ رہا تھا۔،،وہ تمھیں جانتی ہے۔تم اسے جانتے ہو۔اگر نہ بھی جانتے ہوتے تو تم مرد ہو۔اسے جس طرح چاہو اٹھاؤ بٹھاو۔جیسے چاہے رنگ میں ڈھال دو۔،،

،،وہ بہت چھوٹی ہے یار۔ہماری عمروں کا فرق دیکھیں۔آپ کو ہو کیا گیا ہے۔،، قیس جیسے بے بس ہوا تھا۔جھنجھلایا تھا۔اس پائنٹ پہ اسے واقعی سمجھ نہیں آرہا تھا کیا کہے۔؟

،،مہدی مجھے جان سے مار دے گا۔،،ایک اور بہانہ۔بختیار مسکرائے اور اسکے عین سامنے آ کر کھڑے ہوئے۔

،،اگر مہدی میں اتنی غیرت ہوتی تو وہ اپنی عورت کو چھوڑتا ہی نہیں۔جو مرد اپنی عورت کو ڈس اؤن کر سکتا ہے۔وہ اسے کسی غیر مرد کے ساتھ بھی دیکھ سکتا ہے۔تم اپنی بات کرو قیس زمان۔،،

www.novelsclubb.com

قیس کے گلے میں گلٹی سی ابھر کر معدوم ہوئی۔اس نے آنکھیں اٹھا کر اپنے چچا کو دیکھا۔عمر رسیدہ آنکھیں جواب چاہتی تھیں۔مثبت جواب۔

،،میں ایسا نہیں کر سکتا۔میں نے کبھی اسے اس نظر سے نہیں دیکھا۔،،اعتراض پیش کیا گیا

۔

،،مرد کی نظر کا کیا ہے۔بدل ہی جاتی ہے۔،،اعتراض رد کیا گیا۔

،،میں یہ نہیں کر سکتا۔وہ مہدی کی امانت ہے۔میں اپنے بھائی کے ساتھ ایسا کیسے کر سکتا ہوں۔وہ بھائی ہے یار میرا؟،،کون تھا یہ شخص۔؟کبھی سر راہ کسی کے قتل کا پروانہ سناتا تھا ۔اور اگلے ہی پل کسی کی زندگی کی پرواہ کرتا تھا۔

،،تم مجھے انکار کر رہے ہو قیس۔کیا میں یہ ڈیزرو کرتا ہوں۔؟،،انگلی سینے پہ رکھے وہ بے یقینی سے کہہ رہے تھے۔

قیس کو ملال سا ہوا،،۔آپ میرے لئے قابل عزت ہیں۔اور مہدی میں اسے دھوکہ نہیں دے سکتا۔اسکی منگیتر وہ آخری لڑکی بھی نہیں ہو گی۔جسے قیس اپنائے گا۔،،اس نے اپنا ہاتھ بخت یار کے کندھے پہ رکھا۔مجھے سمجھیں۔پلیز۔التجا سی تھی۔

،،وہ تمھارے ساتھ ایک اچھی زندگی گزار سکتی ہے۔،،

،،میں اسکے ساتھ کبھی زندگی گزار ہی نہیں سکتا۔میرے لئے وہ کچھ اور ہے۔مجھے سمجھیں پلیز۔،،اس نے بختیار کا شانہ تھپکا اور آگے بڑھ گیا۔اسکی رنگت متغیر ہو چکی تھی۔بختیار خالی خالی آنکھوں سے اسے جاتا دیکھتے رہے۔وہ دونوں ان چہروں کے ساتھ نہیں گئے تھے ،جن کے ساتھ آئے تھے۔

حاکم نواب کا چھوٹا گھر آج واقعتا چھوٹا لگ رہا تھا۔ان لوگوں کے لئے جو بڑی حویلیوں میں رہنے کے عادی تھے۔جن کے پیروں کے نیچے مخملی قالین آتے تھے۔اور جسم کو اے سی کی ہوا ٹھنڈک بخشتی تھی۔حاکم نواب کے بھائی۔اور ابا۔انکے نواب بھائی۔اور جاگیر دار ابا ۔

بیٹھک میں اس وقت زینیا کے دو چچا اور دادا بیٹھے تھے۔ جن کے لئے کچن میں چائے تیار کی جارہی تھی۔ ساتھ ساتھ کئی اور لوازمات بھی۔

،،زینی یہ ہمارے چچا لوگ آج پہلی بار ہمارے گھر آئے ہیں ناں۔؟،،ڈھیلے ڈھالے کرتا شلوار میں ملبوس کونج رازداری سے پوچھ رہی تھی۔ چائے بن کر تھرماس میں بھری جاچکی تھی۔اب شامی کباب تلے جارہے تھے۔

،،اونہوں یہ دوسری بار ہے۔ پہلی بار اسد (حاکم نواب کا سات سالہ بیٹا) کی وفات پہ آئے تھے۔،،

اسکے ہاتھ کسی مشین کی طرح چل رہے تھے۔ شڑ شڑ کی آوازیں سارے کچن میں پھیلتی جا رہی تھیں۔ ساتھ ساتھ زینیا کی آواز بھی۔

،،جب ہمیں حویلی سے نکالا گیا تھا۔تب اسد کو بہت برا نمونیہ ہوا تھا۔ابا کے پاس علاج تک کے پیسے نہیں تھے۔ جانتی ہو ہم اپنا گاؤں چھوڑ کر آخر گوادر ہی کیوں آئے تھے ۔؟،،اسکی پشت کونج کی جانب تھی۔ لہجہ اور ہاتھ مصروف۔

،،کیوں آئے تھے۔؟،،اس نے پلیٹ سے ڈھیر ساری نمکو مٹھی میں بھری۔

،،کیونکہ ابا کے پاس کچھ باقی نہیں بچا تھا۔اسد کے علاج کا وعدہ کر کے ابا کو انکے دوست نے یہاں بلایا تھا۔ہم یہاں آ گئے لیکن اسد کو نہیں بچا سکے۔وہ پیسے نہ ہونے کی وجہ سے مر گیا۔،،آخری تبصرے میں استہزاہ تھا۔

،،یہ اسکی قسمت تھی زینی۔اس نے مرنا ہی تھا۔چاہے حویلی کے پلنگ پہ چاہے اس گھر کے فرش پہ۔،،کونج کو اسکی بات واضح طور پہ بری لگی تھی۔

،،ذرا ڈش پاس کرنا۔،،وہ کونج کی بات کو نظر انداز کر گئی۔اور ویسے بھی جب زینیا کچن میں کام کرتی تھی۔تب کونج صرف چیزیں ہی پکڑاتی تھی۔

،،اچھا زینی یہ بتاؤ کیا ابا کے ابا کے پاس بہت پیسہ ہے۔؟،،اسے ایک بار پھر تجسس ہوا۔ زینیا نے سر اثبات میں ہلایا۔تلے ہوئے کباب ایک طرف رکھے۔

،،دادا جاگیر دار ہیں۔گاؤں میں انکی زمینیں ہیں۔شہر میں فیکٹریاں۔اگر ابا کو انکا حصہ ملتا تو ہم بیٹھ کر کھاتے۔کام کرنے کی ضرورت نہ پڑتی۔،،

،،ہمیں حویلی میں کیوں نہیں رکھا جاتا۔؟ہم بھی تو نواب ہیں۔اور اگر ہمیں وہاں نہیں رکھتے تو خود یہاں کیوں آئے ہیں۔،،اسے ایک اور غم لگا تھا۔

،،ہمیں ڈس اون کر دیا گیا ہے۔ لیکن بشر کو نہیں۔،،وہ پکوڑوں کے لئے بیسن نکال رہی تھی

۔

،،دادا کے چار بیٹے ہیں۔ دو بیویاں۔ لیکن انکے یہاں ایک ہی پوتا ہے بشر۔ انکی کروڑوں کی جائیداد کا اکیلا وارث۔ دادا کی انیس پوتیاں ہیں۔ اگر انکے بس میں ہو تو ساری کی ساری بشر کے نکاح میں دے دیں۔ اور بس اسے حویلی لے جائیں۔،،

برتن میں بیسن ڈال کر اب وہ پیاز کاٹ کاٹ کر ڈال رہی تھی۔ آنکھوں میں پانی بھرنے لگا۔

،،بشر دادا کے ساتھ کیوں نہیں رہتا پھر۔؟ جب وہ اتنا ہی امیر ہے۔،،زینیا کے ہاتھ اس سوال پہ ایک پل کو رکے سالوں پرانا بھولا بسرا واقعہ ذہن کے پردے پہ دوڑ گیا۔ کم عمر بشر ۔کیمر سری کی حالت میں اسکے ابا۔اور بشر کو اپنے ساتھ جانے کی آفر کرتے دادا۔

،،تم میرے ساتھ رہو گے بشر۔ یہ پیسہ یہ دولت۔ یہ جاگیر یہ سب تمھارے حصے میں آئے گی۔ تم میرے وارث بنو گے۔،،حویلی کے دروازے پہ کھڑے بشر نے ایک نظر اپنے ابا کو دیکھا۔ جلاوطن شہزادے کی زندگی کیسی ہو گی وہ جانتا تھا۔اس نے اپنے ابا اپنے

خاندان کو دیکھتے ہوئے وہ فیصلہ کیا تھا۔جو اس عمر میں اسکے سارے خواب توڑ گیا تھا۔اس نے اپنے بخت میں خود ہی خواری لکھی۔

،،میں اپنے ابا اور اپنی بہنوں کے ساتھ رہوں گا۔مجھے آپ کی زمینیں نہیں چاہیے دادا سائیں۔،،وہ حویلی کے ذینے اتر کر اپنے ابا کی طرف جا رہا تھا۔یہ صرف اپنے خاندان کی طرف جانے والے ذینے نہیں تھے۔یہ عروج سے زوال کی طرف جانے والے ذینے تھے۔وہ ہر عمر میں اپنے خاندان کے لئے قربانی دیتا آیا تھا۔کیا گھر کے مردوں کو ایسا ہی نہیں ہونا چاہیے۔؟یہی تو انہیں افضل بناتا ہے۔

،،زینی بتاؤناں۔؟،،کونج کی آواز اسے حال میں لے آئی۔خالی خالی نظروں سے اپنی بہن کو دیکھتے ہوئے اسکے پاس کہنے کو کچھ نہیں تھا۔

،،بشر نے ہمیں چنا۔وہ ہر دفع اپنے سکون اور آرام پہ ہمیں ترجیح دیتا ہے۔پھر چاہے وہ دادا کی حویلی ہو۔یا لالہ رخ کو چھوڑنا۔،،اس نے آہستگی سے کہا۔سست روی سے کام کرتے ہوئے اب وہ مسلسل سوچوں میں تھی۔اسے اپنے بڑے بھائی،اپنے دوست کے ساتھ بدتمیزی کرنے کا ارمان تھا۔جب ایک آواز پہ بری طرح چونکی۔

،،زینیا چائے تیار ہے۔؟،،وہ بالاج تھا۔موبائل پہ انگلیاں چلاتے ہوئے وہ عجلت میں لگتا تھا۔زینیا ایک لمحے کے لئے کچھ بول ہی نہ سکی۔البتہ کونج وہاں سے ہٹ گئی۔دھیرے سے آرام سے۔زینیا اب بھی بغیر پلک جھپکے اسے دیکھ رہی تھی۔

بالاج اسے دیکھتے ہوئے مسکرایا۔موبائل والا ہاتھ نیچے کر دیا۔اور آہستگی سے اسکی طرف قدم بڑھائے۔زینیا کو بے اختیار تشویش ہوئی۔وہ عبداللہ کے علاوہ ہر مرد سے یونہی غیر آرام دہ ہوا کرتی تھی۔وہ چھوٹے چھوٹے قدم لیتا اسکے بلکل قریب چلا آیا۔آج پہلی بار زینیا کو اندازہ ہوا تھا،کچن کتنا چھوٹا ہے۔

،،میں نے منگنی کی تصاویر دیکھی ہیں۔وہ اسکے قریب کھڑا کہہ رہا تھا۔تم بہت خوب صورت لگ رہی تھیں۔،،اس نے زینیا کے چہرے کو دیکھا۔

،،تم بچپن سے میری فیورٹ رہی ہو۔،،وہ خاندان کے وجیہ مردوں میں سے تھا۔لیکن مجال ہے جو ایک ذرا سی بھی کشش محسوس ہوئی ہو۔،،تم بہت خوبصورت ہو زینیا۔،،

،،آپ مجھ سے شادی کیوں کرنا چاہتے ہیں۔؟،،زینیا نے اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھا۔اسے یہ کرنے کے لئے گردن اونچی نہیں کرنی پڑی۔عبداللہ ہوتا تو الگ بات

تھی۔ لیکن سارا مسئلہ یہی تھا کہ عبداللہ نہیں تھا۔ بالاج نے اسکے بیسن والے ہاتھ دیکھے۔ پھر اسکا چہرہ دیکھا۔

،، تم میری فیورٹ تھیں زینیا۔ ہمیشہ سے اسپیشل اور ریئر۔،، وہ دھیما دھیما بولتے ہوئے کتنا خوبصورت لگ رہا تھا۔

،، تمھارے ساتھ عبداللہ کا نام سنتا تھا تو مجھے پتہ نہیں کیوں برا لگتا تھا۔ آج تمھارے نام کے ساتھ میرا نام ہے۔ اور میں خود کو بہت خوش قسمت سمجھتا ہوں۔ تم ہمیشہ سے میرے لئے ہی تھیں۔،، وہ مسکرایا۔ نرم نظروں سے اسے دیکھا۔

،، تم سے شادی کرنے کی وجہ محبت ہے۔،، زینیا کو سانس لینے میں مشکل سی ہوئی۔ وہ صحیح الفاظ غلط شخص سے سن رہی تھی۔ وہ ابھی کچھ اور کہتا جب کونج بھاگتی ہوئی آئی۔

،، ادا بشر آرہے ہیں بالاج بھائی،،۔ وہ پریشان ہو گئی تھی۔ بالاج نے سکون سے زینیا کا چہرہ دیکھا۔

،، میں تمھیں فون کروں گا۔ اٹھا لینا۔،، تاکید کر کے وہ مڑ گیا تھا۔ زینیا کے دل نے نہ کوئی شور کیا۔ نہ چہرے کا رنگ بدلا۔

ہاں اگر عبداللہ ہوتا تو اور بات تھی۔

قیسم کی بلند عمارت خاموشی میں ڈوبی تھی۔ایمپلائیز ناراض بھی تھے اور باغی بھی۔ لیکن کیا قیسم کے مالک کو فرق پڑتا تھا۔؟

اپنے نیلی دیواروں والے آفس میں گلاس وال کے سامنے لمبے صوفے پہ نیم دراز وہ کسی کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا۔ کبھی وہ کتاب میں لکھے الفاظ پڑھتا۔ کبھی گردن ترچھی کئے گلاس وال سے نظر آتا اسلام آباد دیکھتا۔ کونسا نظارہ زیادہ حسین تھا۔ فیصلہ کرنا مشکل تھا۔

www.novelsclubb.com

دفتعا دروازے پہ دستک ہوئی چند لمحہ بعد کوئی آتا دکھائی دیا۔

نیلے اور سفید دھاری دار مردانہ ٹوپیس میں ملبوس سانولی رنگت اور سبز آنکھوں والا مہدی کمبیر۔

،،ہیلو برادر۔،،اسکی کھنکتی آواز پہ قیس کو نہ جانے کیوں کل رات اپنی اور بختیار کی ہونے والی باتیں یاد آئیں۔نہ چاہتے ہوئے بھی دل بھاری ہونے لگا۔

،،میں نے سوچا جب تک میں کسی دوسرے ملک نہیں جاتا۔کیوں ناں اپنے بھائی کی مدد کر دوں۔؟،،وہ میز کی دوسری طرف رکھی پاور چیئر کو گھسیٹ کر گلاس وال کی جانب آرہا تھا ۔

،،حلانکہ تمھیں اسکی ضرورت نہیں تھی گرین وونڈ۔اگر تم آج مجھے اپنا چہرہ نہ دکھاتے تو میرا دن اچھا گزر سکتا تھا۔،،اس نے کتاب سے سر نہیں اٹھایا۔مہدی اب پاور چیئر پہ بیٹھا تھا۔انداز میں تجسس بھرے۔

،،کیا تم واقعی مجھ سے اتنی نفرت کرتے ہو۔؟،،یا بس میرے آگے بننے کی کوشش کرتے ہو۔؟،،

www.novelsclubb.com

،،میں بہت جلد تمھیں اپنے ہاتھوں سے ماروں گا۔اور پھر تمھیں یقین آجائے گا۔کتاب سے نظریں اٹھا کر مہدی کو تکا۔آجائے گا ناں۔؟،،

مہدی ہنوز مسکراتا رہا۔،، ٹھیک ہے تم مجھے مار دو۔ میرے بھائی ہو تم۔ تم سے مر گیا تو جی جاؤں گا۔،، اس نے گویا قسم کھا رکھی تھی۔ کسی بات کا برا نہیں منانا۔ قیس نے اب کے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ مہدی کو اگنور کرنا چاہتا تھا۔ نہ جانے کیوں اس سے شرمندگی ہو رہی تھی۔ وہ نظر چرا رہا تھا۔ کیا اسکے دل میں کوئی کھوٹ تھا۔؟

اس نے کتاب سینے پہ رکھی۔ ٹانگیں سمیٹ لیں۔ مہدی کے چہرے پہ نگاہیں جمائیں۔ دل پہ بے تحاشا بوجھ پڑا تھا۔ لیکن اسے یہ سوال کرنا ہی تھا۔

،،اگر میں اس عورت سے شادی کر لوں۔؟ جسے تم نے ڈس اون کیا ہے۔،، مہدی کی رنگت لمحے کے ہزارویں حصے میں بدلی۔

،،بکواس بند کرو قیس۔،، وہ پوری قوت سے دھاڑا تھا۔،، اگر تم نے ایسا سوچا بھی تو میں تمہاری جان اپنے ہاتھوں سے لوں گا۔،، وہ ایک ایک لفظ پہ زور دیتے ہوئے غرایا تھا۔

،، لیکن تم اسے ڈس اون کر چکے ہو۔،، قیس کے اطمینان میں ذرا برابر فرق نہیں آیا۔ البتہ مہدی بے طرح بے چین ہوا تھا۔

،، تمھیں شرم آنی چاہیے نائٹ میئر۔اب تم اپنے بھائی کی عورت کی طرف دیکھو گے ۔؟ تمھیں غیرت نہیں آئے گی۔؟،،

،،اس سے پہلے مجھے واقعی غیرت آجائے۔ بہتر ہو گا تم اس سے شادی کر لو۔،،

،، کیا تم واقعی اس بارے میں سوچ رہے ہو نائٹ میئر۔؟،،اسکا لہجہ بے یقین تھا۔ چہرہ سرخ پڑ رہا تھا۔اسکا بس نہیں چلتا تھا ساری دنیا کو آگ لگا دے۔

،،اگر تم نہیں سوچو گے تو مجھے اس بارے میں سوچنا پڑے گا۔اور اس بار میں واقعی مذاق نہیں کر رہا۔،،

،،وہ تم سے نفرت کرتی ہے۔،، مہدی نے ایک ایک لفظ پہ غور کیا۔

،،قیس سے کون نفرت کر سکتا ہے۔؟،،وہ بازو سینے پہ باندھے گردن ترچھی کئے مسکرا کر بولا۔ کمبخت اتنا معصوم کیوں لگتا تھا۔؟

www.novelsclubb.com

مہدی غصہ،اشتعال،اور ڈھیر ساری کوفت دبائے بیٹھا رہا۔ قیس نے دوبارہ اپنی کتاب اٹھا لی تھی۔کافی دیر بعد حدیبیہ کافی رکھ کر چلی گئی تھی۔ مہدی کے ہاتھ میں کافی کا مگ تھا۔

اور وہ بے تحاشا بور ہو رہا تھا۔ وہ ایکسٹرووورٹ قسم کا آدمی تھا۔ ایسے انسان کے ساتھ کیا بیٹھے جو کتاب سے منہ نکالتا تھا تو زہر اگلتا تھا۔

،، کیا پڑھ رہے ہو۔؟،، بلا خر وہ اپنی غیرت کو ذرا دیر کو سلائے وہ ایک بار پھر بات شروع کر چکا تھا۔

قیس نے کتاب ایک طرف رکھی۔ پیر سمیٹ کر سیدھا ہو بیٹھا۔ وہ یہاں اس کونے میں سکون سے پریشان ہونے کے لئے بیٹھا تھا۔ اور اب یہ سبز آنکھوں والا آدمی۔

،، یہ کتاب رنگوں کے بارے میں ہے۔ جانتے ہو مہدی سبز رنگ کس چیز کی علامت ہے ۔،؟ وہ ایک پل کو رکا۔ غور سے اپنے چہرے کو دیکھتے مہدی کو تکا۔

،، سبز رنگ نحوست کی علامت ہے۔ اس کتاب میں لکھا ہے کہ جب برے جادو گر مرتے ہیں۔ توانکے جسم سے ایک سبز روشنی نکلتی ہے۔ جب جب کہیں نحوست پھیل رہی ہوتی ہے وہاں سبز رنگ کا ذکر ہوتا ہے۔ جب کوئی برا جادو کرتا ہے تب سبز روشنی پھیل جاتی ہے۔ جب کوئی زہر سے مر رہا ہوتا ہے تب اسکا جسم سبز پڑ جاتا ہے، جب تالاب جوہڑ بننے کے عمل میں ہوتے ہیں سب سے پہلے انکا رنگ سبز پڑتا ہے۔ ویسے مہدی

تمہاری آنکھیں بھی سبز ہیں ناں۔؟،،یکدم فضاہ میں تناؤ بھر گیا تھا۔مہدی کی آنکھیں اور چہرے پہ ہتک تھی۔

قیس مزید چند لمحے اسے دیکھتا رہا۔اور پھر اٹھ کر باہر نکل گیا۔مہدی نہیں جا سکا۔وہ دھواں دھواں ہوتے چہرے کے ساتھ وہیں بیٹھا رہا۔کئی لمحے بعد وہ دھیرے سے اٹھا تھا۔صوفے پہ دھری کتاب اٹھائی۔ٹائٹل پڑھتے ہوئے اسکے ہاتھوں سے کتاب چھوٹتے چھوٹتے بچی تھی۔وہ پندرہویں صدی کے کسی سائنسدان کی سوانح حیات تھی۔مہدی کو اپنا آپ ہوا سے بھی ہلکا لگا۔کیا قیس کو حق تھا۔وہ اٹھتے بیٹھتے ایسے کسی کا دل دکھائے۔خاص طور پہ اس سبز آنکھوں والے معصوم شخص کا۔؟

www.novelsclubb.com

حاکم نواب کے گھر کی چھوٹی بیٹھک کی فرشی نشست پہ اس وقت حاکم نواب کے بھائی اور ابا بیٹھے تھے۔ سفید کاٹن کے کلف والے جوڑے۔ کندھے اٹھے ہوئے۔ سپاٹ اور سرد چہرے لئے وہ تین مرد اپنے سامنے بیٹھے اپنے بھائی اور اکلوتے بھتیجے کو دیکھ رہے تھے۔

بسم اللہ تھئو آختا غیں سفر آحال دئیں

(بسم اللہ آپ آئے ہیں۔ سفر کا حوال دیں۔)

۔بشر سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا۔ بلوچ آج بھی اپنی روایتوں کو قائم رکھے ہوئے تھے۔ لمبے سفر سے آنے والے سے یونہی احوال پوچھا جاتا تھا۔

،،بس بچہ صبح نیرن (ناشتے) کے بعد گھر سے نکلے۔ زمینوں کا چکر لگایا۔ پھر ابا سائیں کا حکم تھا۔ آج اپنے بھائی کے گھر آنا تھا۔ پھر بارہ بجے کے بعد گوادر کا سفر شروع ہوا۔ پانچ چھ گھنٹے سفر میں لگے۔،

www.novelsclubb.com

پندھ خرو آختاوں نی تھرا مہمان آں۔ (یہ تھا سفر۔ باقی اب تمھارے مہمان ہیں۔)،،

بشر نے سینے پہ ہاتھ رکھا تھا۔ جیسے انکی مہمان نوازی کا شرف قبول کیا ہو۔ سینے پہ ہاتھ رکھ کر کسی کا شکریہ ادا کرنا بلوچی رواج ہے۔

،،ہاں پھر بشر کاروبار کیسا جارہا ہے۔؟،،وہ مقامی زبان بلوچی میں بات کر رہے تھے۔بشر نے مختصر سا احوال کہہ سنایا۔اسکے چچا حاتم نواب اسے گہری نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ ظاہر ہے چھ بیٹیوں کے باپ تھے۔ان میں سے اگر ایک بھی بشر کے نکاح میں آجاتی تو وارے نیارے ہو جاتے۔

،،حال حوال ختم ہو گیا ہے۔پھر اب ہم مدعے پہ آتے ہیں۔،،سرخ سپید چہرہ اور گھنی مونچھوں والے بشر کے دادا عالم نواب نے اب بات شروع کی تھی۔اسی اثناہ میں بالاج بھی اندر داخل ہوا تھا۔

،،سب سے پہلے تو حاکم تمھیں تیار رہنا ہو گا۔ہم عبداللہ کی منگ کی شادی کسی اور سے کروا رہے ہیں۔،دادا کہہ رہے تھے۔اور حاکم نواب ادب سے سن رہے تھے۔

،،کسی بھی دن کسی پہر اسے پتہ چل جائے گا۔اور ساری برادری ہمارے خلاف ہو گی۔ کیونکہ ہم غلط ہیں۔وہ صرف منگ ہی نہیں انکا پیٹ بھی ہے۔(جب ایک لڑکی کا رشتہ کہیں کیا جاتا ہے تو بعض دفع،،پیٹ،،نامی شرط رکھی جاتی ہے۔یعنی اس لڑکی سے پیدا

ہونے والی پہلی بیٹی کا رشتہ اسکی ماں کے بھائی یا باپ کہیں کریں گے۔چاہے پھر وہ اپنے گھر کے کسی لڑکے سے کریں چاہے باہر۔)

،،عبداللہ دوسرے شہر رہ کر بھی روایات نہیں بھولا۔نہ وہ ہمیں بھولنے دے گا۔یاد رکھنا ۔ہو سکتا ہے۔وہ اپنا مجرم اور لڑکی دونوں کو مار بھی دے۔اور ہم کچھ نہ کر سکیں۔بالاج تم معملے کی نوعیت جانتے ہو ناں۔؟،،انکی بھاری گمبھیر آواز پہ بالاج نے سینے پہ ہاتھ رکھ کر گویا تسلی کروائی تھی۔

،،زینیا اب میری عورت ہے۔عبداللہ کیا کسی کی جرات نہیں اسکی بات کرے۔،،سارے مرد اب اسے فخر سے دیکھ رہے تھے۔سوائے بشر کے۔اسکی نظریں کھوکھلی تھیں۔

،،ہاں بشر اب تم بتاؤ۔پہلے تمہاری شادی بالاج کی بہن سے ہو گی اسکے بعد میں چاہتا ہوں۔ تم حاتم کی بڑی بیٹی سے نکاح کرو۔میرے واحد وارث ہو تم۔تمہاری جگہ حویلی میں ہے۔

،،دادا کی تلوار کا رخ اب بالاج کا کندھا تھا۔یہاں دوسری شادی کوئی بے حد بے ضرر سی بات تھی۔بالاج اپنی بہن پہ سوتن پڑنے ک بات پہ ذرا بھی نہیں گھبرایا۔یہ کوئی بڑی بات تھی ہی نہیں۔ہاں اگر غیر خاندان کی لڑکی ہوتی تب بات مختلف ہوتی۔

بشر نے اپنے باپ کو دیکھا۔وہ آدمی جو اپنے گھر میں دھاڑتا پھرتا تھا۔اپنے بھائیوں کے سامنے کیسے خاموش بیٹھا تھا۔خیر اسے حیرت نہیں ہوئی۔

،،میں دوسری شادی نہیں کروں گا دادا۔،،اسکا لہجہ ادب لئے ہوئے تھا۔،،نہ میں آپ کی حویلی کا وارث ہوں۔بلکہ اب تو حویلی کے نرم قالین پیروں میں چبھیں گے۔ایک عرصہ ہوا ہے عادت نہیں رہی۔،،حاکم اسے تادیبی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔لیکن وہ بشر ہی کون جو سن لے۔،،میں اپنے کاروبار کے ساتھ یہیں خوش ہوں۔،،

دادا کا جلال ایک بار پھر عود کر آیا تھا۔،،یہاں کیا جھک مارو گے۔؟رکھا ہی کیا ہے یہاں ۔؟باپ کو بھی ذلیل کر رکھا ہے۔اور خود کو بھی۔اب ضد چھوڑو اور حویلی چلو۔یہاں کیا کرو گے۔؟بازو ہو تم میرے۔،،

بشر نے ادب سے انکی بات سنی۔پھر استہزائیہ مسکرایا۔

،،وہی کروں گا جو کر رہا ہوں۔اور اگر نہیں کر سکا تو مر جاؤں گا اسد کی طرح،،۔اسکی آخری بات حاکم نواب کے کلیجے پہ لگی تھی۔انہوں نے زخمی نظریں اٹھا کر اپنے بیٹے کو دیکھا۔

،،بلکہ میں نہیں مروں گا دادا جان۔اسد نازک ہو گا بشر نہیں۔میں نے جس دن آپ کی حویلی چھوڑی تھی۔اس دن اپنے اندر کا نواب مار دیا تھا۔اب میں بس بشر حاکم ہوں۔اور میں آخری سانس تک اس حویلی میں قدم نہیں رکھوں گا۔نہ آپ کی پوتیوں سے شادی کروں گا۔میں آپ کا وہی بازو ہوں، جسے آپ نے بغیر کسی ناسور کے کاٹ پھینکا تھا۔،،

وہ جوان خون تھا۔وارث تھا۔وہ زینیا نہیں تھا۔جس پہ ابا ہاتھ اٹھا لیتے۔وہ بشر تھا۔گھر کا مرد۔ہاتھ اٹھانے والی بات کرے تب بھی کوئی اس پہ انگلی نہیں اٹھائے گا۔

چند مزید باتوں اور پچھلی رنجشوں کے بعد اب گاؤں کی زمین کی باتیں ہو رہی تھیں۔حاکم نواب دلچسپی سے سن رہے تھے۔انکے اندر کا نواب آج بھی نہیں مرا تھا۔وہ آج بھی اپنے پرانے دوستوں کے ساتھ انکی بڑی بڑی گاڑیوں میں سفر کرتے تھے۔آج بھی اپنے دوستوں، کھانے پینے اور ظاہری حلیے پہ پیسہ پانی کی طرح بہا دیتے تھے۔بشر کی دکان کا آدھا منافعہ حاکم نواب کی تعاشی کھا جاتی تھی۔اپنے بیٹے اور پوتے کو دیکھتے ہوئے دادا کہہ رہے تھے۔

،، بختشل کے ٹیوب ویل کے آگے نہیں لے گیا میں نواب صاحب کو۔ وہاں ہماری زمین ختم ہوتی تھی۔ اور بختشل سے کہاں ہیں ہمارے اچھے تعلقات۔؟،،

بشر نے اچھنبے سے انہیں دیکھا۔،، معذرت لیکن بختشل کے ٹیوب ویل سے آگے کئی ایکڑ زمین ہے ہماری۔ میں خود ہی تو کھاد ڈلواتا تھا۔،، اسکی بات پہ اسکے چچاؤں کے رنگ واضح طور پہ بدلے تھے۔ یعنی وہ آج بھی جانتا تھا۔؟ یعنی وہ اتنا بے خبر نہیں تھا۔

رنگت تو دادا کی بھی تاریک پڑی تھی۔ آج کل انکی یادداشت اتنی اچھی نہیں تھی۔ لیکن انکے بیٹوں کی یادداشت اچھی تھی۔ یعنی انکے بیٹے انہیں دھوکہ دے رہے تھے۔ ہک ہاہ۔

حاکم نواب نے نظریں چرالیں۔ وہ ابا کے لائق بیٹے تھے۔ انہیں نکال دیا گیا۔ حکومت نالائقوں اور غداروں کے ہاتھ آئی تھی۔ اور زوال اسی دن شروع ہوتا ہے، جب حکمران نالائق ہوں۔

www.novelsclubb.com

،، دادا جان زمینوں پہ نظر رکھا کریں۔ ہمارے پیروں سے کھینچی جا چکی ہے۔ آپ کی کھینچی جا رہی ہے۔،،

متغیر ہوتی رنگت والے دونوں چچاؤں نے پہلو بدلہ تھا۔دادا نے بدقت بات سنبھالنی چاہی

۔

،،ہاری لوگ (کسان) کہاں بھروسے کے قابل ہیں بچے۔اب جو بتایا ہم نے مان لیا۔،،

بظاہر عام لہجہ تھا۔لیکن بشر اس بوڑھے قلعے کا ڈھے چکنا محسوس کر رہا تھا۔

،،جو بھروسے کے قابل تھے۔انہیں آپ نے گھر سے نکال دیا دادا۔اب ہاری دھوکہ دیں یا بیٹے سہنا تو پڑے گا۔،، کئی سال سے جمع شدہ غصہ، بے بسی اور انتقام آج حساب پورا ہو رہا تھا۔بشر کی آنکھیں زخمی تھیں۔لہجہ تیر کی مانند چبھ رہا تھا۔

،،اسی لئے تو چاہتا ہوں کہ تم واپس آجاؤ۔لیکن تم... تمہاری ضد ہی ختم نہیں ہوتی۔،،

بڑے بوڑھوں کی بے بسی۔

،،میں نکالی ہوئی جگہ پہ دوبارہ واپس نہیں جاؤں گا۔،،اس نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔غیض و غضب کے شکار اپنے باپ کو دیکھا۔اور مسکرایا۔

،،میں کھانا دیکھ کر آتا ہوں۔،،وہ کہہ کر باہر نکل گیا۔پیچھے سکوت چھوڑ گیا۔ہر کوئی ایک دوسرے کا منہ تک رہا تھا۔کس نے کہاں غلطی کی سارے کھاتے آج کھل جانے تھے۔

دن ڈھلا تو شام نے اپنے پر اسلام آباد پہ پھیلا لئے۔ شام سے رات ہونے میں وقت کہاں لگتا ہے۔ کمبیر محل میں اس وقت رات کا کھانا کھایا جا رہا تھا۔ سنہری سفید ڈائننگ ہال میں اس وقت تمام،، کمبیرز،، جمع تھے۔ سوائے انیسہ کے۔ سربراہی کرسی پہ بیٹھا قیس۔ جس نے سادہ سفید کرتا پہن رکھا تھا۔ وہ شاید کسی جنازے سے لوٹا تھا۔ بال ماتھے پہ بکھر رہے تھے۔ گندمی چہرہ سنجیدہ تھا۔ اسکی دائیں بائیں اسکے دونوں چچا بیٹھے تھے۔ اپنی اپنی پلیٹوں میں چمچ چلاتے۔ مہدی کمبیر نے مقصود کے ساتھ والی جگہ سنبھال لی تھی۔ وہ سبز ٹی شرٹ پہنے ہوئے تھا۔ گیلے بال ہاتھ سے پیچھے کو کئے وہ خاموشی اور رغبت سے کھانا کھا رہا تھا۔

،، تم نے کیا سوچا ہے مہدی؟،، مقصود کھانے سے ہاتھ روکے بیٹھے اس سے پوچھ رہے تھے۔

کس بارے میں۔؟

مقصود نے ہنکارہ بھرا۔،، تمہاری عورت کے بارے میں۔اب ہمارے گھر کے مرد اپنی عورت کو ڈس اون بھی کرنے لگے ہیں۔ہک ہاہ۔جیسا بادشاہ ویسی بادشاہی۔،، قیس پہ طنز کیا گیا۔ جسکی اسے پرواہ نہیں ہوئی۔

مہدی نے نوالا پورا چبایا۔پھر سنجیدہ سبز آنکھیں اٹھا کر انہیں دیکھا۔

،،میں، میری عورت۔آپ سب کا مسئلہ نہیں ہیں۔میں اسے چھوڑ چکا ہوں۔لیکن (ایک پل کو رکا۔سبز آنکھیں قیس کے وجود میں گاڑ دیں۔) قیس کے لئے نہیں۔اور اگر آپ لوگوں میں سے کسی نے ایسا سوچا بھی۔تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔،، آج پہلی بار اسکے لہجے میں تنبیہ تھی۔اسکا لہجہ آج پہلی بار سخت تھا۔

،،(سلاد زیر دے) ذرا سلاد پاس کرنا۔،، ان سب سے بے نیاز قیس نے فرمائش کی تھی۔ نہیں مطلب بندہ اتنا بھی غیر فارمل نہ ہو۔

،،تم خود شادی کرنا نہیں چاہتے۔ قیس کو کرنے نہیں دینا چاہتے۔ تم کیا چاہتے ہو۔؟ایک باپ کے لئے گھر میں بیٹھی بیٹی کیا ہوتی ہے۔ جانتے ہو۔؟،،بختیار کی آواز شدت غیض سے کانپی تھی۔

مہدی نے چمچ پلیٹ میں پٹخا۔ قیس اب ہاتھ بڑھا کر اولیو آئل اٹھا رہا تھا۔اسے سلاد پہ چھڑک کر کھاؤں گا۔زبردست۔

،،آپ لوگوں کو آخر مسئلہ کیا ہے۔؟مجھے جینے کیوں نہیں دے رہے۔؟،،مہدی پوری قوت سے غرایا تھا۔آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔

،،میں جہاں جاؤں آپ کو مسئلہ ہے۔میں جہاں بیٹھوں اٹھوں وہاں مسائل۔آخر آپ لوگ مجھے سکون سے جینے کیوں نہیں دیتے۔؟،،اسکی آواز لمحہ بالمحہ تیز ہوتی جا رہی تھی۔ تنفس بگڑ رہا تھا۔،،میری منگیتر نہیں ہے اب وہ۔باپ کے گھر بیٹھے۔یا دوسرا گھر بسائے ۔،دونوں ہاتھ میز پہ رکھے وہ قیس کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا۔

،،اس..گھر..میں..وہ..قیس..کی بیوی..نہیں بنے گی۔،،ایک ایک لفظ چبا چبا کر ادا کرتا وہ کرسی کو ٹھوکر مارتا تن فن کرتا باہر نکل گیا تھا۔

پیچھے کسی پہ کسی بات کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ایسے جھگڑے ایسے مسائل اس گھر کے مردوں کے لئے عام تھے۔سب اسے جاتے ہوئے دیکھتے رہے۔پھر سکون سے کھانا کھاتے قیس کو دیکھا۔وہ تو یوں بے نیاز تھا۔جسے فرق ہی نہ پڑا ہو۔دونوں عمر رسیدہ مردوں نے اب اسکا سکون حرام کرنا اپنا فرض سمجھا۔

،،یہ فش پاس کیجئے گا،،۔لو جی انکی نئی فرمائش۔

،،تم کچھ کہو گے نہیں۔؟،،بختیار اب اسے میدان میں اتار رہے تھے۔قیس نے آنکھیں گھما کر انہیں یوں دیکھا۔جیسے کوئی انہونی بات ہو گئی ہو۔

،،میں۔؟میں کیا کہوں۔؟،،ہاتھ میں پکڑے کانٹے سے اپنی اور اشارہ کیا۔

،،آہ آپ لوگوں کو کیا لگتا ہے۔؟مجھے اس طرح چیخنے چلانے کی ضرورت ہے۔میں ایک ہی دن بولوں گا۔اور جب بولوں گا ساری دنیا سنے گی،،۔اس نے بے زاری سے آنکھیں گھمائیں۔

،،کیا تم اسکی بات مان لو گے۔؟کیا تم واقعی اس سے شادی نہیں کرو گے۔؟،،بختیار کو ایک بار پھر خوف لاحق ہوا۔

قیس نے سر جھٹکا۔،،آپ کو لگتا ہے میں اسکی وجہ سے انکار کر رہا ہوں۔؟میرے انکار کی وجہ کوئی اور ہے۔ قیس کو اسکے مشوروں کی عادت ہے۔،،آنکھوں کے سامنے سنہری آنکھیں چھا گئیں۔

،،یوں بھی کسی کی منگیتر سے شادی کرنا ایک غیر مہذب حرکت ہے۔،،اس نے جھرجھری لی۔

I am not that mean

مقصود نے استہزائیہ سر جھٹکا۔،، تمھارے قریب جو لوگ ہیں۔وہ تم سے زیادہ mean اور horrible ہیں۔جاننا چاہو گے مہدی اس شادی سے انکار کیوں کر رہا ہے۔؟،،وہ سرد سی سرگوشی کر رہے تھے۔ قیس نے ٹھہر کر انہیں دیکھا۔کانٹے والا ہاتھ پہلو میں گرا دیا۔

www.novelsclubb.com

،،اپنی بکواس بند رکھو۔،،بختیار نے جھڑکا تھا۔انکی رنگت واضح طور پہ سفید پڑ رہی تھی۔ قیس کے سامنے انکار از۔ نہیں۔ہر گز نہیں۔

،،اس سب کے پیچھے تمہارا دوسرا باپ ہے۔،،الفاظ سیسے کی طرح قیس کے کانوں میں پگھل گئے۔اسکی آنکھیں شاکی انداز میں پھیلی تھیں۔

،،بختیار کمبیر۔یہ انسان نہیں چاہتا کہ مہدی کی شادی اسکی منگیتر سے ہو۔یہ نہیں چاہتا کہ قیس کمبیر سے اپنی بات منوانا چھوڑ دی جائے۔یہ تمھیں ایکسپلائٹ کر رہا ہے۔،،

وہ پھنکارے تھے۔بختیار شل مردہ آنکھوں سے قیس کو دیکھ رہے تھے۔وہ انسانوں پہ اعتبار نہیں کرتا تھا۔لیکن جب کرتا تھا۔تب بدلے میں اعتبار ہی کی توقع کرتا تھا۔

،،آخر تم کب تک اپنے ڈیئرسٹ چچا سے ایکسپلائٹ ہوتے رہو گے۔؟،،یہ طنز تھا۔زہر میں ڈوبا طنز۔قیس نے بدقت اپنے تاثرات نارمل رکھے۔اور نظریں اٹھا کر بختیار کو دیکھا ۔اسکی آنکھوں میں کچھ تھا،کچھ ایسا کہ تمہارا دل اسکے لئے نرم پڑ جائے۔

،،قیس انسانوں پہ اعتبار نہیں کرتا۔وہ رکا۔ایک سانس۔دو سانسیں۔،،آپ پہ کیا ہے۔الفاظ ادا ہوئے۔مجھے بدلے میں دھوکہ نہیں ملے گا۔ہے ناں۔؟،،تسلی چاہی۔

آس،امید،مان۔کیا کیا تھا جو ٹوٹنے والا تھا۔بختیار نے گردن جھکا دی۔شکستگی سے۔شرمندگی سے۔مقصود کی گردن اٹھی تھی۔فتح کے خمار سے۔جیت کے جنون سے۔

ان سب کے درمیان ایک قیس تھا۔ جسکی آنکھوں میں زخمی پن اترا تھا۔ کندھے تھکان سے ڈھیلے پڑے۔ چہرہ دھوکے کے زہر سے سبز پڑا۔ وہ ہرٹ ہوا تھا۔ شدید ہرٹ۔

،،یہ ساری دنیا آخر میرے پیچھے کیوں پڑ گئی ہے۔؟،، تکان بس تکان تھی اسکے لہجے میں۔ آس ٹوٹ جانے کی۔ اعتبار کرچی کرچی ہونے کی۔

،، قیس بچے میری بات سنو۔،، بختیار بے قراری سے اپنی جگہ سے اٹھے۔،، میں تمھیں سمجھاتا ہوں۔ میں...،

،،مجھے اکیلا رہنے دیں۔ پلیز۔،، اس نے ہاتھ اٹھا کر انہیں آگے بڑھنے سے روکا۔ وہ بے بسی سے لب کاٹ کر رہ گئے۔ مقصود مسرور سے اپنی وہیل چیئر کا بٹن دباتے باہر نکل گئے۔

قیس میں.....،،

www.novelsclubb.com

،،مجھے اکیلا رہنے دیں چچا۔،، اس نے ایک بار پھر انکی بات کاٹی۔ چند لمحے بے بسی سے اسے دیکھتے رہنے کے بعد وہ سست قدم لیتے باہر جا رہے تھے۔ انکے جانے کے بعد قیس نے سر کو کرسی کی پشت سے گرا دیا۔ آنکھیں جلنے لگی تھیں۔ دل میں ملال اترا تھا۔ اسکی رنگت نچڑ چکی تھی۔ وہ شدید ڈسٹرب تھا۔

،،ساری دنیا آخر میرے پیچھے کیوں پڑ گئی ہے۔؟،،

وہ ایک بار پھر بڑبڑایا۔ کمبیر محل کی دیواروں نے یاسیت سے اسے دیکھا تھا۔

زینیا حاکم کے کمرے میں جھانکو تو بیڈ پہ کئی سارے کپڑے بکھرے پڑے تھے۔ کل مایوں تھا۔اور اب تک کونج حاکم کے کپڑے نہیں بن سکے تھے۔وہ بیڈ پہ آلتی پالتی مارے بیٹھی تھی۔اوور سائز کرتا شلوار میں ملبوس بالوں کا گول مول جوڑا بنائے وہ از حد پریشان تھی۔ ہر لڑکی کی طرح اسکی الماری سے کپڑے اگل کر قے کرنے کو تیار تھے۔لیکن اب بھی اسکے پاس،، کپڑے نہیں تھے،،۔کیا کوئی سمجھ سکتا ہے لڑکیوں کا دکھ۔؟

دفتعا دروازے سے کوئی آتا دکھائی دیا۔ تیز تیز قدم۔

،، کیا ہو رہا ہے۔؟ چھپکے چھپکے۔؟ کس کے کپڑے بنائے جا رہے ہیں۔؟،، شوخ زنانہ لہجہ۔

،، نبیلہ باجی۔ میرے پاس کپڑے نہیں ہیں۔،، وہ اداس ہوئی۔ نبیلہ باجی خیر سے باجی کم آنٹی زیادہ تھیں۔ پینتیس چالیس کے ہندسے کو چھوتی چھوٹے قد اور بھاری جسامت والی عورت۔ صاف رنگت۔ چوڑا ماتھا۔ نقوش پرکشش تھے۔ لیکن اس عمر کی سوبر عورتوں کے برعکس انکا ضرورت سے زیادہ شوخ ہونا۔ بس یہی تھا۔ جو آپ کو غیر آرام دہ کرے گا

۔

وہ آئیں اور دھپ سے آکر پلنگ پہ کونج کے برابر بیٹھیں۔ ایک ایک جوڑے کو ہاتھ میں لے کر ستائش سے دیکھتے ہوئے انکی آنکھیں خیرہ ہو رہی تھیں۔ آخر کو زینیا حاکم کی وارڈروب تھی۔

،، لے کمبخت اس سے زیادہ اچھے جوڑے اور کون سے ہوں گے۔؟ بھیا ہم نے تو جو عیش کرنے تھے اماں باوا کے گھر کئے۔ (ناسٹیلیجیا)۔ جب سے علیم سے شادی ہوئی۔ میں نے تو ریشم نہیں پہنا۔،، پکا ٹھیٹھ کراچی کے مہاجرین جیسا لہجہ۔ انکی جو دوسری بات آپ کو غیر آرام دہ کرے گی۔ وہ انکی ناشکری تھی۔

،، آپ اپنا رونا چھوڑیں باجی مجھے یہ بتائیں ان میں سے کل کیا پہنوں۔،، وہ روہانسی ہوئی۔

،، تم ان دونوں کو چھوڑو میرے پاس ایک جوڑا ہے۔ایسا لشکارے دار جوڑا ہے۔سجے گا تم پہ۔ذرا صبر رکھ میں ابھی لائی۔،، وہ فورا اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔اور کمرے سے باہر نکل گئیں۔

نبیلہ باجی کراچی سے تھیں۔ علیم چچا دس سال پہلے نوکری کی تلاش میں کراچی گئے تھے۔ اور واپسی پہ تمغہ نبیلہ کے ساتھ واپس آئے۔شروع شروع کے دن اچھے گزرے۔لیکن بدزبان بیوی اور تشدد کرنے والا شوہر۔دنیا کی دو ایسی مخلوقات ہیں۔جو کبھی نہیں سدھر سکتیں۔ علیم چچا کو چرس کا چسکا تھا۔اور نبیلہ باجی کو دوسروں کے امارات دیکھ دیکھ کر کڑھتے رہنے کا۔انکی لو میرج تھی۔شادی کے دس سال بعد بس میرج رہی تھی۔لو تو اللہّ جانے کس کونے میں جا سویا تھا۔حاکم نواب کے گھر سے جڑا انکا گھر ایک ٹریجڈی ہاؤس تھا ۔جہاں کبھی نبیلہ باجی کی اپنے شوہر اور بچوں کو گالیاں دینے کی آواز آتی تھی۔اور کبھی انکے شوہر کے چلتے ہاتھوں کی۔زینیا حاکم کے نزدیک شادی کا ایک برا امیج بنانے میں یقینا ان دونوں کا ہاتھ تھا۔

www.novelsclubb.com

چندپل بعد وہ ہاتھ میں ایک نیا جوڑے لئے آتی ہوئی دکھائی دیں۔ساتھ دو بچے بھی تھے۔ آٹھ سالہ منی۔اور پانچ سالہ گولو۔اب کی بار وہ تینوں دھپ سے آکر پلنگ پہ بیٹھے تھے۔ دونوں بچوں کے مٹی والے پاؤں جب سفید چادر پہ پڑے کونج کا دل اچھل کر حلق میں آیا تھا۔(زینی اسے زندہ جلائے گی۔)

،،یہ دیکھ۔یہ میرے باوا نے میرے جہیز میں دیا تھا۔،،انہوں نے ایک ستارے موتی والا نیلے رنگ کا جوڑا بیڈ پہ پھیلا دیا۔،،بس ایک ہی ایک بار پہنا ہے۔اسکے بعد تمھیں دے رہی ہوں۔بس بدلے میں مجھے اپنا کوئی سادہ جوڑا دے دے۔،،وہ ہاتھ اٹھا اٹھا کر تیز تیز بولتی تھیں۔یوں کہ اگر تم ان سے پہلی بار ملو تو کئی الفاظ سمجھ ہی نہ سکو۔

،،یہ جوڑا اچھا ہے لیکن۔زینیا آجائے ناں ایک بار۔،،وہ متذبذب ہوئی۔

،،ارے چھوڑو زینیا کو۔،،انہوں نے ہاتھ جھلایا۔،،اسکو تو ہر دم آگ لگی رہتی ہے۔تو اپنا دیکھ۔یہ جوڑا ایسا سجے گا کہ سب پوچھتے رہ جائیں گے۔،،وہ کہتے ساتھ اٹھی تھیں۔پلنگ کی سائیڈ ٹیبل کے دراز کھول کر نیالیز کا پیکٹ اٹھالیا۔اب کے کونج کی جان ایک بار پھر حلق تک آئی۔کاش وہ اسے کسی چیز سے،،ناں،،کہہ پاتی۔

(زینیا اسکی لاش چیل کوؤں کو کھلائے گی۔)

لیز کا پیکٹ بچوں کو تھما کر اب وہ کھلی ہوئی الماری میں لٹکتے کپڑے دیکھ رہی تھیں۔ حسرت سے۔ چمکتی آنکھوں سے۔ کونج بس بے بسی سے انہیں دیکھتی رہ گئی۔ خالی برتن ہنہہ۔

،،لو جی بس طے ہوا۔ میں یہ جوڑا لے رہی ہوں۔،، نبیلہ باجی ہینگر میں ٹنگا جوڑا لئے اسکی طرف مڑیں۔ برانڈڈ لان کا جوڑا۔ کونج حق دق سی تھی۔

،،یہ جوڑا نہیں باجی۔ یہ بشر لایا ہے کراچی سے۔ یہ برانڈڈ ہے۔ آپ.... آپ کچھ اور دیکھیں۔،، وہ یکدم اٹھ کر انکے قریب آئی۔ پس منظر میں بچوں کی لیز کے پیکٹ پہ چھینا جھپٹی جاری تھی۔

،،لو بھلا برانڈڈ ہے تو کیا ہم نے سستا جوڑا دیا ہے۔ دہلی سے لائے تھے میرے تایا دہلی سے ۔ کونج میرے کو تجھ سے ایسی امید نہیں تھی۔،، انکے لہجے میں افسوس در آیا۔،، میں کیا کوئی بری شے تھوپوں گی تمھیں۔؟ اللہ کی قسم میرے بچوں جیسی ہو تم دونوں۔،، وہ ایک پل کو رکی۔ متذبذب سی لب کاٹتی ہوئی کونج کو دیکھا۔ پھر اسکا ہاتھ پکڑا کر پلنگ تک چلی آئیں۔

مشکوک نظروں سے اسے دیکھا۔،، تمھیں زینی کا خوف ہے ناں۔؟ اسکے بولے بغیر تم جوڑا نہیں دے سکتیں ہے ناں۔؟،، وہ نرمی سے اسکے ہاتھ تھامے پوچھ رہی تھیں۔ کونج بلکل تھم سی گئی۔ جن بچوں نے اپنے گھر میں بس جھگڑا اور ذہنی ازیت دیکھی ہو۔ انہیں باہر سے اگر ذرا سا پیار مل جائے تو کوئی بھی،، ناں،، نہیں کہتا۔ وہ بھی نہیں کہہ سکی۔ بس گردن جھکا دی۔

،،دیکھو کونج ایک کی دو لگانا میرے کو نہیں آتا۔ نہ اپنی ایسی عادت ہے۔ ہم تو بھیا دل کے سچے لوگ ہیں۔ جیسے تم دل کی سچی ہو۔،، (باہر سے آئے کسی بھی انسان نے اگر آپ کو باتوں میں لانا ہوا تو آپ کی خوش آمد کرے گا۔!)

،،زینی تم سے مختلف ہے۔ اسکو تو بستر کی ایک سلوٹ بھی نہیں پسند۔ تمھیں ہمیشہ جھکاتی ہے۔ کیونکہ اسے خود ملکہ بننا ہے۔،،

www.novelsclubb.com

،،وہ ملکہ ہے باجی۔ اسے بننے کی کیا ضرورت ہے۔،، کونج کی دلیل کمزور تھی۔ ہاں وہ اپنی بہن کو defende کرنا چاہتی تھی۔ لیکن وہ کسی غیر کے دل میں اپنے لئے آنے والا پیار

میلا نہیں کر سکتی تھی۔اسے ان چند لمحات کی محبت، فکر،اور توجہ کی ضرورت تھی۔وہ ٹھکرا نہیں سکتی تھی۔

،،دیکھ میں نے نوٹ کیا ہے۔،وہ رازداری سے آگے کو ہوئیں۔،،زینی کبھی تمھیں چارج سنبھالنے نہیں دیتی۔کچن میں بس وہ تم سے چیزیں اٹھواتی ہے۔ کبھی تمھیں سالن میں چمچ چلانے دیا۔؟،،

کونج سن سی ہو گئی۔کیا مطلب اسکی بہن اسکے ساتھ مخلص نہیں تھی۔؟

،،کل میں نے دیکھا۔تم نے تار پہ کپڑے ڈالے لیکن زینی نے ان کپڑوں کو اتار کر دوبارہ ڈالا۔وہ تمھیں نیچے جھکانا چاہتی ہے۔،،

،،وہ ایسی نہیں ہے۔اسکو بس کام پرفیکٹ چاہیے ہوتا ہے۔،،کونج کی آواز دور سے آتی تھی

۔

www.novelsclubb.com

،،رہنے دے کونج۔یہ بال دھوپ میں سفید نہیں کیے۔سب جانتی ہوں میں۔تمہاری بہن تمھیں بس جھکا کر رکھنا چاہتی ہے۔تاکہ وہ سب کی فیورٹ بنے۔اسکی واہ واہ ہو۔اور

تم تم سارے خاندان میں پھوہڑ مشہور رہو۔ جانتی ہو وہ تم سے کوئی مکمل کام کیوں نہیں کرواتی۔؟،

کونج نے سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھا۔

،،کیونکہ وہ نہیں چاہتی تم کوئی فیصلہ کرو۔ بات یہ نہیں ہے کہ وہ تم سے جلتی ہے۔ بات بس یہ ہے کہ اسے خود پہ ضرورت سے زیادہ بھروسہ ہے۔ عقل کل سمجھتی ہے وہ خود کو۔ بھیا ہمارا کام ہے۔ تم کو سمجھانا۔اب آگے جو تمھیں بہتر لگے،،۔وہ اٹھیں۔ لڑتے مرتے بچوں کو دیکھا۔اسی لمحے خالی خالی نظروں سے انہیں دیکھتی ہوئی کونج بھی اٹھی۔

،،آپ یہ جوڑا لے لیں نبیلہ باجی۔ میں زینی سے بات کرلوں گی۔،،وہ فیصلہ کر چکی تھی۔ ایک احمقانہ فیصلہ۔ زندگی میں اپنے فیصلے خود کرتے رہنا چاہیے۔ یہ آپ کو بااعتماد اور نڈر بناتے ہیں۔ غلط یا صحیح ہونا بعد کی بات ہے۔انکو کرنے کی ہمت رکھنا۔ہمت کی بات ہے۔

نبیلہ باجی نے جوڑا اٹھایا۔ دونوں بچوں کو ساتھ گھسیٹا۔اور خوشی خوشی دروازے کی طرف بڑھ گئیں۔ پیچھے کونج کا گلٹ گہرا ہونے لگا۔

وہ اپنی بہن کی برائی سن رہی تھی۔ وہ ایسا کیسے کر سکتی تھی۔؟

نیم اندھیرے میں ڈوبا چھوٹا سا ہوم سینیما ایک پل کو تمھیں ٹرانس میں دھکیل سکتا تھا۔ قطار در قطار لگی آرام دہ کرسیاں۔اے سی کی ٹھنڈک۔پاپ کارن کی خوشبو۔اور پردے پہ چلتی ہالی وڈ فلم۔اور اس فلم کو دیکھتے دو کزنز۔عام کزنز نہیں دنیا کے سب سے ریئر کزنز۔ مہدی کمبیر اور قیس کمبیر۔دونوں اپنی نشست کو لمبا کئے ہوئے تھے۔سر نشست سے ٹکائے پیر لمبے کئے وقفے وقفے سے پاپ کارن پھانکتے ہوئے وہ دونوں آج کزنز ڈے آؤٹ پہ تھے۔بلکہ آج تو شرٹس بھی ایک جیسی پہن رکھی تھیں۔سرمئی اور سیاہ دھاری دار فلینل شرٹس،اور سفید سلیکس۔بھائی بھائی کھیلا جا رہا تھا آج۔

،،یہ آدمی ولن ہے۔مجھے اس پہ شک ہے۔،، قیس نے پردے پہ ابھرتے ایک آدمی کی طرف اشارہ کیا۔مہدی نے باقاعدہ برا منایا۔

،،یہ ولن نہیں ہو سکتا۔ تم نے دیکھا نہیں اس نے ابھی ابھی ہیرو کو اپنے دوست کا راز بتایا۔ وہی دوست جو ملک سے غداری کرنے والا ہے۔،،

،،جو اپنے دوست سے غداری کر سکتا ہے۔ وہ ساری دنیا سے غداری کر سکتا ہے۔،، سفاک تبصرہ۔،، یہ آدمی ہیرو کو unconditional favours دے رہا ہے۔ یہ دوسروں کے راز بتا رہا ہے تاکہ اپنے چھپا سکے۔ جانتے ہو غیر مشروط فیورز کب دی جاتی ہیں۔؟،،

مہدی نے جواب نہیں دیا۔ البتہ اسکے تاثرات ایسے تھے۔ جیسے کہہ رہا ہو۔،، آپ بتائیں سرکار،،

،،غیر مشروط فیورز دو وجوہات کی بنا پہ دی جاتی ہیں۔ پہلی (اس نے ہاتھ بند مٹھی سے ایک انگلی نکالی۔) آپ کو سامنے والے سے محبت ہو۔ جو کہ اس آدمی کو ہیرو سے نہیں ہے۔ دوسری آپ اسکا دھیان خود سے ہٹانا چاہتے ہوں۔ تاکہ وہ آپ کو فرشتہ سمجھ کر شیطان کی تلاش شروع کرے۔،، کہتے ساتھ اس نے پاپ کارن مہدی کی پہنچ سے دور کر لئے۔ وہ ایک مٹھی میں زیادہ پاپ کارن بھر رہا تھا۔

اس نے ایک پل کو بھی پردے سے نظر نہیں ہٹائی تھی۔مہدی گو کہ مرعوب نہیں ہوا۔ یہ اسکے لئے نئ بات تھی۔ قیس کو کہانیاں، فلمیں،ڈرامے تھرل کرنا چھوڑ چکی تھیں۔ اسکی زہانت سب کچھ بوجھ لیتی تھی۔اور آخر میں وہ بس اپنا وقت ضائع ہونے پہ دل مسوس کر رہ جاتا تھا۔

مہدی اسے جواب دیئے بغیر ایک بار پھر فلم کی جانب متوجہ ہو چکا تھا۔ہاتھ مار کر پاپ کارن سے مٹھی بھرنی چاہی، لیکن افسوس سد افسوس اسکا بھائی نما کزن چال چل چکا تھا۔ دس منٹ کے بعد ولن کا راز آشکار ہو چکا تھا۔اور قیس کے اندازے درست ثابت ہوئے ۔مہدی اب بے چارگی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ قیس نے بے نیازی سے کندھے اچکائے جیسے کہہ رہا ہو۔

Told you

www.novelsclubb.com

،،بلکہ مجھ تو یہ عورت بھی ولن لگتی ہے۔اچھی vibes نہیں آرہیں۔،، قیس کی توپوں کا رخ ایک نئے کردار کی جانب ہوا۔

،،اونہوں یہ ولن نہیں ہے۔،،وثوق سے کہا گیا۔

مجھے برائی کی پہچان ہے۔جتایا گیا۔

مجھے اچھائی کی پہچان ہے۔زور دیا گیا۔

،،تم میری ذہانت کو چیلنج کر رہے ہو،،۔؟انا مجروح ہوئی تھی۔

،،میں اچھائی کی ابدی زندگی کا بول بالا کر رہا ہوں۔،،نرمی سے تصیح کی گئی۔

،،وہ فلمیں اور ڈرامے ہوتے ہیں جہاں آخر میں ہیرو کی اچھائی جیت جاتی ہے۔اصل زندگی میں برائی کی سانسیں چلتی رہتی ہیں۔برا آدمی اگر مر جاتا ہے تو اپنی برائی سے کہانی میں کچھ نہ کچھ مار کر ضرور جاتا ہے۔برائی کی طاقت یونو۔،،وہ آنکھوں میں استہزاہ لئے مہدی کو دیکھ رہا تھا۔مہدی نے سادگی سے اسے دیکھا۔

،،کہانیوں میں اچھائی کو جیتنا ہوتا ہے تاکہ اصل زندگی میں لوگوں کو امید ملے۔کہانیاں امید ہوتی ہیں، حقیقت سے نکل کر کچھ پل سکون کی زندگی میں سانس لینے کا زریعہ ہوتی ہیں۔کہانیاں سبق ہوتی ہیں۔اگر کہانی میں ولن جیتنے لگ جائیں تو لوگ کہانیاں پڑھنا چھوڑ دیں گے۔،،

قیس نے طنزیہ نظروں سے اسکا حظ اٹھایا۔

،،ایک دن میں ایسی کہانی دکھاؤں گا تمھیں جہاں ولن کے ساتھ کہانی بھی مر گئی۔،،

،،اس کہانی کو پڑھنے والے پھر مصنف کو بھرے بازار میں گالیاں دیں گے۔،، مہدی نے ناک سے مکھی اڑائی۔

،،لوگ مصنف کو سراہیں گے۔ کیونکہ وہ روایت سے ہٹ کر کام کرے گا۔ تم دیکھنا ایک دن اس مصنف کی کتاب کے چرچے ہوں گے۔ جس نے کہانی کو ہیپی اینڈ نگ کے بجائے بس اینڈ نگ دی ہو گی۔ جس نے ہیرو نہیں ولن کو بچایا ہو گا۔،، قیس مسکراتے ہوئے جتا رہا تھا۔ مہدی نے اس سے رخ پھیر لیا۔ (پاپ کارن دور بو کا غم الگ تھا۔)

سیریل کلر نہ ہو تو۔

تھوڑی دیر بعد فلم ختم ہو چکی تھی۔ اور قیس کے اندازے ایک بار پھر درست ہوئے۔ مہدی بے یقینی سے آخری منظر کو دیکھ رہا تھا۔ وہ پلک تک نہ جھپک سکا۔ قیس اب اپنی لمبی نشست سے اٹھ رہا تھا۔ اسکی آنکھیں محظوظ کن انداز میں پھیلی تھیں۔ وہ مہدی کو بغیر شرمندہ کئے اٹھ کر جا رہا تھا۔ ابھی وہ اس نیم اندھیرے منی سینیما سے نکلتا کہ مہدی کی پکار پہ ٹھہر گیا۔

،، تمھیں بہت مزہ آیا ہو گا ناں۔؟ اتنے عقلمند اتنے زہین ہو تم۔ تمھیں سب یاد رہتا ہے۔ تمھیں سب پتہ چل جاتا ہے۔ تم بہت بہادر بھی ہو۔ تم کتنے blessed ہو۔،، وہ مرعوب ہوا تھا۔ اسے ستائش محسوس ہوئی تھی۔

قیس کے چہرے پہ سایہ سا لہرایا۔ کئی پل تک وہ کچھ کہہ نہ سکا۔ کافی دیر بعد نیم اندھیرے سینیما میں اسکی آواز گونجی تھی۔

،، کم عقل اور کمزور لوگ بخت والے ہوتے ہیں۔ بھول جانے والے ہمیشہ سکون سے رہتے ہیں۔ مجھے میری عقل سے کوفت اور بہادری سے تھکن ہوتی ہے۔ میں blessed نہیں cursed ہوں۔،،

مہدی نے تاسف سے اسکی پشت کو دیکھا۔،، تمھیں اللہ نے نوازا ہے نائٹ میئر۔ لوگ ایسی عقل ایسے دماغ کی دعائیں کرتے ہیں۔،،

،، اللہ نے مجھے سزا دی ہے گرین وونڈ۔ وہ سختی سے غرایا۔ میں کوئی ٹریجک اینڈ ننگ نہیں پڑھ سکتا کیونکہ وہ ساری زندگی مجھے لفظ بالفظ یاد رہے گی۔ اور میرا دل دکھے گا۔ میں کوئی فلم کوئی ڈرامہ نہیں دیکھتا کیونکہ میرے اندازے درست ہو جاتے ہیں۔ اور کہانی میرے

لئے predictable ہو جاتی ہے۔میں آج تک اپنے بابا کی موت انکے سینے پہ لگے زخم کو ایک تازہ فلم کی طرح یاد کئے ہوئے ہوں۔میری ہر رات جہنم اور ہر دن برزخ ہے ۔وجہ میری عقل اور میرا دماغ ہے۔تمھیں لگتا ہے میں blessed ہوں۔؟،،

وہ ہانپ رہا تھا ان تنفس تیز ہو گیا تھا۔چہرہ کرب سے سرخ پڑ رہا تھا۔مہدی کی سبز آنکھوں میں ڈھیر سارا تفکر تھا۔

،،تم بسمل بن رہے ہو نائٹ میئر۔،،

،،مجھے بنایا گیا ہے۔ورنہ میں بھی عام تھا۔نارمل تھا۔اور کسی زمانے میں خوش بھی۔،،آخر میں اسکا لہجہ لرز گیا تھا۔

،،میرے اندر کا انسان،خوشی،اور کمفرٹ مارنے کے لئے میں تمھیں مرنے تک معاف نہیں کروں گا۔،،

www.novelsclubb.com

وہ یاد دہانی کروا کر دروازہ کھولتے ہوئے باہر نکل گیا تھا۔مہدی نے بے دھم ہو کر سر کو نشست کی پشت سے ٹکا دیا۔

آنکھیں جل رہی تھیں۔خاندان کی موت کا بھولا بسرا منظر آنکھوں کے آگے گھوم گیا۔

محض چند سین اور پھر جیسے تاریکی۔اسے کچھ یاد نہیں تھا۔مکمل طور پہ نہیں۔

کیا وہ واقعی blessed تھا؟اور کیا واقعی قیس cursed تھا۔؟

جامنی الماریوں والے کمرے میں جھانک کر دیکھو تو زینیا حاکم اپنے پلنگ پہ آلتی پالتی مارے بیٹھی تھی۔بال کھلے تھے۔اور ڈھلک کر اسکے شانوں سے آگے گر رہے تھے۔نارنجی سادہ لباس میں ملبوس وہ پلنگ پہ ڈھیر سارے کاغذات بکھیرے بیٹھی تھی۔فیروزے کی لونگ دمک رہی تھی۔دوسری جانب کونج الماری میں منہ دیے کھڑی تھی۔آج میڈم کو یاد آگیا تھا کہ صبح گھر میں فنکشن ہے۔اور الماری کو صاف رہنا چاہیے۔ماشاءاللہ۔

زینیا نے یونہی ذرا کی ذرا نظر اٹھا کر الماری کی جانب دیکھا۔اور اسی لمحے اسکی آنکھیں سکڑیں۔یہاں سے کچھ غائب تھا۔کیا تھا اسے یاد کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ کیونکہ اسی جگہ ایک نیا جوڑا ٹنگا تھا۔کونج نے اسے اپنی طرف دیکھتے ہوئے دیکھا اور جلدی سے الماری کے پٹ بند کئے۔زینیا پھرتی سے اٹھ کر اسکے قریب آئی تھی۔اور تیزی سے جامنی پٹ وا کئے۔

کونج کی رنگت زرد پڑنے لگی تھی۔آہ نہیں اتنی جلدی نہیں۔

،،یہاں سے جوڑا غائب ہے کونج۔کیا مجھے پوچھنے کی ضرورت ہے وہ کہاں ہے۔؟،،سرد تفشیشی لہجہ۔

،،وہ....میں نے نبیلہ باجی کو دیا ہے۔،،اس نے ڈھیر سارا تھوک نگلا۔

،،اور کس کی اجازت سے تم نے میرے بھائی کی حق حلال کی کمائی ضائع کی۔؟،،اسکا لہجہ بلند ہوا۔آنکھیں سرخ پڑنے لگیں۔چڑ سخت چڑ تھی اسے نبیلہ سے۔اور کونج کی بے وقوفیوں سے۔

،،یار وہ غریب عورت ہے۔،،کونج کا انداز دفاعیہ تھا۔

،،وہ غریب نہیں ناشکری عورت ہے۔اور تم دنیا کی سب سے بے وقوف عورت،،۔

،، چیخنے کی ضرورت نہیں ہے زینی۔ان چیزوں پہ میرا بھی اتنا ہی حق ہے جتنا تمہارا۔اب تم مزید مجھے استعمال نہیں کر سکتیں۔،،وہ یکدم حلق کے بل چیخی۔زینیا ٹھہر گئی۔عجیب سی نظروں سے اسے دیکھا۔

،،ہر وقت مجھے اپنے پیچھے لگا کر رکھتی ہو۔جو کام میں کروں اس سے تمھیں مسئلہ ہوتا ہے۔تم خود کو سمجھتی کیا ہو۔؟،،وہ پھٹی ہوئی آواز میں تیز تیز چلا رہی تھی۔

،،میرا جوڑا میں جسے چاہے دوں۔میری الماری میں جیسے چاہے رکھوں۔میری دوستیں جس سے چاہے بنا کر رکھوں اور جسے چاہوں چھوڑ دوں۔تم میرا پیچھا چھوڑ کیوں نہیں دیتیں۔،،اب کے اسکی آنکھیں بھر آئی تھیں۔زینیا اب بھی یک ٹک اسے دیکھے گئی۔

بڑی بہن بھائیوں کو پتہ ہوتا ہے کونسے الفاظ انکے چھوٹے بہن بھائیوں کے اپنے ہیں۔اور کون سے انکے منہ میں ٹھونسے گئے ہیں۔چھوٹے بہن بھائی یونہی نہیں آپ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے۔کسی دوست کی بھری ہوئی چابی اور کسی رشتے دار کا دیا ہوا طعنہ یہ ہوتی ہے وجہ۔

،،یہ سب تم سے کس نے کہا ہے۔؟،،وہ آگے کو ہوئی کونج کی بھری ہوئی آنکھوں میں دیکھا۔

،،نبیلہ باجی آئی تھیں ناں۔؟جوڑا انکے پاس ہے ناں۔؟اس عورت نے تمھیں میرے خلاف کیا ہے۔؟،،کونج کو اب احساس ہوا تھا۔اسکے سامنے کون تھی۔اس نے ہتھیلی کی پشت سے آنکھیں رگڑیں۔زینیا اسکی آنکھوں سے سارا احوال پڑھ رہی تھی۔

،،انہوں نے کچھ نہیں کہا۔اور یہ جوڑا میں نے ان سے لیا ہے۔مجھے یہ پسند تھا۔،،اسکا لہجہ اب دھیما تھا۔نظریں چراتے ہوئے۔وہ یہاں وہاں دیکھنے لگی۔

،،تمھیں یہ پسند نہیں تھا کونج۔تم اسے،،ناں،،نہیں کہہ سکیں۔تم کسی کو ناں کیوں نہیں کہتی ہو۔؟،،سوال تھا۔سادہ سوال۔

www.novelsclubb.com

می،،ں نے کہا ناں زینی یہ جوڑا میری پسند سے یہاں آیا ہے میں....،،

،،میں ابھی اس عورت کے پاس جا رہی ہوں۔زینیا نے اسکی بات کاٹی۔میں اسے اپنے بھائی کی حق حلال کی کمائی اور تمہاری بے وقوفی کا فائدہ اٹھانے نہیں دوں گی۔،،وہ ایک ایک لفظ پہ زور دے رہی تھی۔وہ جتا رہی تھی کہ وہ ایسا کر سکتی ہے۔

،،گلٹ،ٹراما اور لو سیلف اسٹیم کی ماری تم ہو میں نہیں۔،،

،،اب کیا تم محلے کی آنٹیوں کی طرح جھگڑے کرو گی۔؟،، کونج کو کوفت ہوئی۔آنسو،رونا سب بھول گیا۔

زینیا طنزیہ مسکرائی۔،،جب بات میرے خاندان کی آئے تب تم دیکھو میں کیسے محلے کی فتنہ آنٹیوں سے بڑا فتنہ بنتی ہوں۔،،

اس نے کہتے ہوئے پلنگ پہ پھیلا دوپٹہ اٹھایا۔پھر باہر نکل گئی تھی۔کونج بے چینی سے کمرے کے چکر کاٹنے لگی۔آہ کل صبح وہ باجی نبیلہ کے سامنے کس منہ سے جائے گی۔اللہّ اللہّ وہ کیا کرے کہاں جائے۔؟اسکا سکون غارت ہونے لگا۔

انسان کو کم از کم اپنی زندگی میں لوگوں کی باتوں سے اتنا بے پرواہ تو ہونا ہی چاہیے کہ کسی کی ناراضگی کا خوف اسکا سکون غارت نہ کرے۔

تھوڑی دیر بعد زینیا اسے واپس آتی دکھائی دی۔پر سکون چہرہ۔ہاتھ میں جوڑا۔الماری تک آکر پٹ کھولے۔جوڑا واپس جگہ پہ سیٹ کیا۔اور دوبارہ پلنگ پہ جا کر بیٹھی۔او سی ڈی کی مریضہ اب سکون سے اپنا کام کر سکتی تھی۔کونج چند لمحے یونہی کھڑے اسے دیکھتی رہی۔

شرمندگی، غصہ، گلٹ، خوف سب کچھ یکدم ڈھیر ساری مقدار میں اسکے کندھوں پہ آن وارد ہوا تھا۔

،، تمھیں یہ نیلا جوڑا واقعی پسند ہے۔؟،، کچھ دیر بعد زینیا کی آواز گونجی۔ سر کتابوں پہ جھکا رکھا تھا۔

،،ہاں پسند ہے۔،، ہلکی پست آواز میں اعتراف کیا گیا۔

،،میں خرید آئی ہوں۔ کل نبیلہ باجی کو ڈیڑھ ہزار دے دوں گی۔،، کہہ کر اس نے نظریں اٹھائیں۔ سنہری سنجیدہ نظریں۔ زمانہ شناس اور اپنی بہن کے لئے فکر مند۔

،، تم معصوم ہو کونج۔ لیکن کسی کو تمہاری معصومیت سے فائدہ اٹھانے کا حق نہیں ہے۔ ٹھیک۔؟،،

www.novelsclubb.com

کونج نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ زینیا ایک بار پھر کتابوں میں سر گھسا دیا۔

کونج تھوڑی دیر یونہی کھڑی رہی۔ پھر چھوٹے چھوٹے قدم لیتی پلنگ کی طرف بڑھ آئی۔ اوندھے منہ پلنگ پہ لیٹ کر بازو زینیا کی ٹانگوں کے گرد پھیلا دیا۔ تکیہ آنسوؤں سے تر پڑ رہا تھا۔ وہ اپنی بہن سے شرمندہ تھی۔

زینیا نے آہستگی سے اسکا بازو تھپکا۔سیاہ آنکھوں والی لڑکی ہچکیوں کے ساتھ رونے لگی تھی ۔زینیا یونہی کتابوں پہ سر جھکائے اپنے گرد حائل اسکا بازو تھپکتی رہی۔یہاں تک کہ وہ بھاری بھاری سانسیں لینے لگی۔

وہ سو چکی تھی۔چہرے پہ آنسوؤں کے مٹے مٹے نشان تھے۔زینیا نے آزردگی سے اسے دیکھا۔اسکا پارہ ایک بار پھر ہائی ہونے لگا تھا، پھر اس نے کونج کو دیکھا،وہ روتے روتے سو گئی تھی،اپنی سائز سے بڑے کپڑے، بکھرے بال،رویا رویا چہرہ،اور نیند۔رونے کے بعد آنے والی نیند کا بھی اپنا مزہ ہوتا ہے۔

www.novelsclubb.com

کونج کے سونے کے چند لمحے بعد اسکا موبائل تھرتھرایا۔زوں زوں کی آواز نے خاموشی میں ارتعاش سا پیدا کیا۔زینیا نے کوفت سے ہاتھ بڑھا کر موبائل اٹھایا۔کالر آئی ڈی دیکھ ایک لمحے کے لئے وہ اپنی جگہ جم گئی۔

،، بالاج کالنگ،، کے الفاظ نے اسے ٹھہرنے پہ مجبور کر دیا۔ فون ہاتھ میں لئے وہ غائب دماغی سے اسے دیکھے گئی۔ عبداللہ وہ واحد مرد تھا جس سے اس نے کبھی فون پہ بات کی تھی۔ کاش عبداللہ ہی وہ آخری مرد بھی رہتا۔ سوچوں کو پرے جھٹکتے اس نے مرے مرے ہاتھوں سے کال ریسیو کی۔ حلانکہ زینیا ایک کال پر سن نہیں تھی۔ وہ بولنے پہ لکھنے کو ترجیح دیتی تھی۔ لیکن خیر۔

،، ہیلو کیسی ہو۔؟ تم ڈسٹرب تو نہیں ہوئیں۔؟،، بھاری خوبصورت لہجہ۔ لیکن عبداللہ زیادہ اچھا بولتا تھا۔ دل نے اعتراف کیا۔

زینیا تم سن رہی ہو۔؟

،، جی میں سن رہی ہوں بولیں۔،، اس نے چہرے پہ ہاتھ پھیر کر تاثرات نارمل رکھنے چاہے۔ آنکھیں عجیب تاثر دے رہی تھیں۔

،، تمھیں میرا فون کرنا برا تو نہیں لگا ناں۔؟،، آہ وہ کتنا ڈیسنٹ تھا۔

،، سچ کہوں تو برا لگا ہے۔ (زینیا کی صاف گوئی۔) کیونکہ ہمارے یہاں اس طرح مردوں سے باتیں نہیں کی جاتیں۔،، اسکا اعتماد بحال ہو چکا تھا۔

،،اگر تم بھول چکی ہو تو اپنے ہاتھ میں میرے نام کی انگوٹھی دیکھو۔میں کوئی عام مرد نہیں ۔تمہارا منگیتر ہوں۔ہمارے یہاں منگیتر کا درجہ شوہر جتنا ہی ہے۔یاد ہے ناں ۔؟،،صاف ظاہر تھا اسے برا لگا ہے۔

،،منگنیوں کا کیا ہے۔انکو ٹوٹنے میں وقت تھوڑی لگتا ہے۔؟،،

،،جس لڑکی کی ایک منگنی ٹوٹ چکی ہو۔اسے دوسری منگنی کو بچانے کے لئے سوچ سمجھ کر چلنا چاہیے۔،،بالاج جتا رہا تھا۔زینیا نے سر جھٹکا۔

،،یہاں سوچنے سمجھنے کی ضرورت دوسرے منگیتر کو ہے۔جو لڑکی ایک ٹوٹی منگنی سروائیو کر چکی ہو۔اسکے لئے دوسری منگنی سروائیو کرنا مشکل نہیں ہوتا۔،،وہ یوں بات کر رہی تھی۔گویا کسی فلم کی لائنز ہوں۔دوسری جانب چند پل کے لئے خاموشی چھا گئی۔یوں جیسے وہ سوچ سوچ کر بولنا چاہتا ہو۔

www.novelsclubb

،،اچھا یہ سب چھوڑو۔اب کے اسکا لہجہ مدافعانہ ہوا۔،،مجھے یہ بتاؤ تمھیں اپنے ہونے والے شوہر سے کیا امیدیں ہیں۔؟،،

،آپ کو اپنی بیوی سے کیا امیدیں ہیں۔؟،سوال پہ سوال۔دوسری جانب وہ مسکرایا تھا۔ دلکش مسکراہٹ۔

،،زیادہ کچھ نہیں۔بس وہ حسین ہو جیسے کہ تم۔،،

،،میرے لئے اچھے اچھے کھانے بنایا کرے جیسے کہ تم۔،،

،،میری سنے اور کبھی کبھی میں اسکی بھی۔،،

،،یہ تو میں بلکل بھی نہیں۔،،زینیا نے ٹوکا تو بالاج زور سے ہنسا۔زینیا ساتھ مسکرائی تھی۔ ماحول ہلکا پھلکا ہونے لگا۔

،،جانتا ہوں۔،،اگلی بات سنو۔،،وہ اگر میری نہ بھی سنے تو بری نہ لگے جیسے کہ تم۔،،زینیا کی مسکراہٹ غائب ہوئی۔

www.novelsclubb.com

،،میرے کیریئر میں مجھے سپورٹ کرے۔اور خاندان ک باقی لڑکیوں کی طرح اسے ایک مرد کا سہارا نہیں چاہیئے ہو۔بلکہ وہ میرے ساتھ کھڑی ہو تو میری پریشانیاں ختم ہو جاتی ہوں۔،،وہ ایک پل کو رکا،،۔جیسے کہ تم زینی۔،،

زینیا خاموش رہی۔کچھ کہہ ہی نہ سکی۔چند پل اسکی خاموشی کو محسوس کرتے رہنے کے بعد بالاج نے اسے دوبارہ مخاطب کیا تھا۔

،، تمھیں اپنے شوہر سے کیا چاہیے ہے۔؟ فرمائش کرو۔زینیا دھواں دھواں ہوتے چہرے کے ساتھ بیٹھی رہی۔سونا چاندی، پیسہ، گھر، مقام اونہوں یہ نہیں چاہیے تھا۔اپنے شوہر سے نہیں چاہیے تھا۔

،،اگر میں غلطی کروں تو میری تصیح کرے۔تذلیل نہیں۔،،

بارہ سالہ زینیا حاکم اپنے باپ کو چلاتے ہوئے سن رہی تھی۔وہ بغیر گھر کے ملازمین، مکین اور اپنے بچوں کی پرواہ کئے اپنی بیوی پہ گرج برس رہے تھے۔گالیاں دے رہے تھے۔ بھابھیاں دیکھ کر ہنس رہی تھیں۔دیوروں نے توجہ ہی نہ دی۔ملازم کھسر پھسر کر رہے تھے۔اور زینیا وہ نم ہوتی آنکھوں سے اپنی ماں کو آدھے خاندان کے سامنے ذلیل ہوتے دیکھ رہی تھی۔ہاں اسکی ماں نے اسکے باپ کے کپڑے نہ استری کر کے غلطی کی تھی۔ حاکم نواب کو لگا تھا وہ بھری محفل میں انکی تصیح کر رہے ہیں۔لیکن وہ تذلیل تھی۔بچوں اور آدھے گھر کے سامنے شوہر سے گالیاں کھانا تذلیل ہی تو تھی۔

،،میں اسکی خدمت کروں گی۔میں اسکے حکم بھی مانوں گی۔لیکن وہ بس میرے ساتھ رحم دل رہے۔مجھے بیوی ہونے کے ساتھ انسان بھی سمجھے۔،،

بخار میں جھلستی اسکی ماں حاکم نواب کے کپڑے بیگ میں ڈال رہی تھیں۔انکے جسم میں کھڑے ہونے کی سکت نہیں تھی لیکن وہ بھاگ بھاگ کر اپنے شوہر کی ضرورت کے سامان لا رہی تھیں۔کیا اس شوہر پہ لازم نہیں تھا اپنی بیوی کے ساتھ رحم کا معملہ کرے ۔؟

اگلے منظر میں وہ رات کو دیر سے گھر لوٹے تھے۔اپنی ماں کے ساتھ بیڈ پہ لیٹی زینیا نے اپنے باپ کو دیکھا۔وہ اس بیمار عورت کو جھنجھوڑ کر نیند سے جگا رہے تھے۔رات کے اس پہر سفر سے لوٹنے کے بعد انہیں کھانا چاہیے تھا۔بیوی بیمار ہے؟سو رہی ہے۔؟لیکن کیا ہوا ہے تو بیوی ناں۔انسان کے نام پہ مشین۔

،،میں اسکی عزت کو اپنی عزت سمجھوں گی۔لیکن بدلے میں اسے چاہیے مجھے بھی عزت دے۔،،

امینہ بیگم کے میکے والوں کے یہاں کوئی شادی تھی۔حاکم نواب داماد تھے۔لیکن انکے شہر میں موجود نہ ہونے کی وجہ سے نکاح پڑھوا دیا گیا تھا۔اب وہ واپس آئے تھے۔اور ڈھیر سارے جمع ہوئے لوگوں میں اپنی بیوی کا ہاتھ پکڑ کر گھسیٹ کر لے جا رہے تھے۔بھاڑ میں گئی شادی۔بھاڑ میں گیا بیوی کا خاندان۔

حاکم میری بات سن لیں۔مجھے بتائیں ہوا کیا ہے۔؟وہ اپنے شوہر کے قدموں کا مقابلہ کرتے ہوئے بامشکل بولی تھیں۔جس کے بدلے میں سارے خاندان کے سامنے انکے چہرے پہ طمانچہ پڑا تھا۔

وہ شوہر کی عزت رکھتے ہوئے اسکے ساتھ اپنا میکہ چھوڑ چھاڑ کر جا رہی تھیں۔وہ عزت رکھ رہیں تھیں کیونکہ بیوی تھیں۔کیا شوہر پہ لازم نہیں تھا وہ عزت کروائے کیونکہ وہ،،بیوی،، تھی۔؟

www.novelsclubb.com

،،میں اسکے خاندان کو اپنا خاندان سمجھوں گی۔لیکن وہ میرے خاندان کو،،میرا،،خاندان سمجھ کر ہی عزت دے۔۔

سولہ سالہ زینیا حاکم ایک بار پھر اپنے باپ کا،، طعنہ نامہ،، سن رہی تھیں۔ جس میں اسکی ماں کے والدین کو دنیا جہاں کی ہر گالی دی گئی۔ جس میں اسکے خاندان کی عزت کو کسی کوٹھے سے بھی کمتر کہا گیا۔ ہر طعنے ہر گالی پہ اسکی ماں کا چہرہ سرخ ہوتا تھا۔ اسے غصہ آرہا تھا ۔اسے رونا بھی آرہا تھا۔ لیکن وہ مجبور بیوی تھی۔ کچھ کہتی تو گھر سے جاتی۔ یا پھر چہرے پہ نشان پڑتے۔ اگر یہ دونوں نہ ہوتے تو اسکے شوہر کی دل کو مار دینے والی ناراضگی شروع ہو جاتی۔

آدھی مشرقی عورتوں کے منہ اس لئے سی دیئے جاتے ہیں کہ انکے گھر کے مرد کو ان کی دی ہوئی صفائی اپنی مردانگی پہ انا کا وار لگتی ہے۔

اگلے کسی منظر میں وہ اپنی بھابیوں اور بچوں کے سامنے اپنی بیوی کی رنگت پہ تبصرہ کر رہے تھے۔ اسے جھڑک رہے تھے۔ بیٹوں کی ماں ہونے کے باوجود امینہ بیگم کو اس گھر میں آج تک کسی فرد سے وہ عزت نہیں ملی تھی جسکی وہ حقدار تھیں۔

جب عورت کا مرد اسکی عزت نہیں کرتا۔ پھر خاندان میں کوئی اور بھی یہ جوکھم نہیں اٹھاتا ۔

،،وہ میرے ساتھ بے وفائی نہ کرے۔،،اور یہاں زینیا حاکم کی آنکھیں بھر آئیں تھیں۔ لہجہ لرز گیا تھا۔ایک پل کے لئے وہ سانس تک نہ لے سکی۔

رات کی تاریکوں میں اسکے ابا گھر سے باہر نکل جاتے تھے۔ٹیلی فون پہ آنے والی ہر کال کے منتظر رہنے لگے تھے۔ابا کو محبت ہوئی تھی لیکن شادی کے بعد۔روایت کچھ یوں تھی کہ اگر وہ شادی کرتے تو وٹی سٹے میں دی جانے والی انکی بہن پہ بھی سوتن پڑتی۔

بعض دفع روایات محبتیں کھا جاتی ہیں۔انکی محبت کے ساتھ بھی یہی ہوا تھا۔اسکی ڈری سہمی رہنے والی ماں نے اس بات پہ خاموشی نہیں اختیار کی۔وہ آنے والی فون چیخ چلا کر بند کروا دیتی تھیں۔پیغام لانے والے قاصدوں کے منہ نوچ لیتی تھیں۔اور گھر سے باہر نکلتے اپنے شوہر کے قدم وہ روک لیتی تھیں چاہے مار کھانی پڑے۔چاہے ناراضگی سہنی پڑے۔

بے وفائی اور شراکت وہ واحد چیز ہے جو عورت لاش بن کر بھی برداشت نہیں کر سکتی۔وہ تو پھر زندہ تھیں۔

،،وہ دنیا کے سامنے جس اخلاق کا مظاہرہ کرتا ہے،میرے ساتھ بھی ویسا رہے،چاہے سارا کا سارا نہیں۔لیکن میرے ساتھ بھی مروت کا تعلق تو رہے۔،،

،،تم ہو ہی پھوہڑ اور جاہل تمہارا سارا خاندان دو ٹکے کا ہے، گھٹیا عورت۔،،حاکم نواب اپنی بیوی پہ برس رہے تھے۔،،اللہّ جانے وہ کونسا منحوس دن تھا،جب تم جیسی ذلیل عورت میرے پلے باندھ دی گئی۔لعنت ہو اس دن پہ اور تم پہ۔،،نہ بچوں کا خیال نہ آس پاس کھڑے لوگوں کی پرواہ وہ اپنی بیوی کو اس سے بھی بدتر گالیوں سے نواز رہے تھے۔ امینہ بیگم منہ سیئے کھڑی تھیں۔یہ صبر نہیں تھا۔یہ طیش تھا،لاوا تھا جو انکے اندر بھر رہا تھا ۔زینیا ایک کونے میں کھڑی تھی اسے لگا تھا اسکی ماں کی غلطی ہے،نہ وہ ابا کے کاغذات مس پلیس کرتیں اور نہ یہ سب ہو رہا ہوتا۔باپ ہر بیٹی کے لئے ہیرو ہوتا ہے،ساری دنیا کی غلطی ہو سکتی ہے لیکن باپ کی نہیں۔اسی لمحے حاکم نواب کا فون بجنے لگا،وہ بکتے جھکتے خاموش ہو گئے۔کال اٹینڈ کر لی،اور پھر زینیا نے اپنے باپ کو اداکار بنتے دیکھا۔

،،جی جی نوید صاحب ارے آپ حکم کریں،ارے بلکل نہیں،آپ سے کیسی ناراضگی ؟،جی جی آپ کا کام ہو جائے گا۔،،وہ مسکرا کر جواب دیتے ہوئے باہر چلے گئے۔اس دن اس پہر زینیا کے ابا ہیرو نہیں رہے تھے،وہ انہیں ولن بھی نہیں سمجھ سکی۔وہ جو کوئی بھی تھا زینیا نے اس پل تہیہ کیا تھا کہ اسکی زندگی میں آنے والا مرد اسکے باپ جیسا نہیں ہو گا۔

اور یہ کتنا کٹھن، کتنا شرمندہ، اور کتنا بھاری فیصلہ تھا۔ یہ ہر لڑکی سمجھ سکتی ہے)

چند پل بالاج خاموش رہا۔ وہ اسے سمجھ سکتا تھا۔ وہ اسی خاندان کا حصہ تھا۔ چند پل کی کافی دیر بعد اسکے لب ہولے سے پھڑ پھڑائے۔ خاموشی جیسے پرسہ ہو۔

،،میں حاکم نواب نہیں بنوں گا۔ تسلی دی گئی۔،،

،،بن جائیں تو مجھ سے امینہ بیگم بننے کی امید مت رکھئے گا۔ حدود قائم کی گئی۔،،اور کال کاٹ دی گئی۔ اس پہ عجیب بے کلی سی سوار ہونے لگی تھی۔

زینیا حاکم کے لئے اسکے ماں باپ کی شادی ایک ٹریجڈی تھی۔ جو اسے ہانٹ کرتی تھی۔ لیکن اب بس۔ ایک اور شادی کو ٹریجڈی میں نہیں بدلنا چاہیے۔

www.novelsclubb.com

حاکم نواب کا گھر اگلے دن اپنے منظر پہ لگی بتیوں کی وجہ سے روشن تھا۔گھر مہمانوں سے کھچا کھچ بھر ہوا تھا۔ عورتوں اور مردوں کا گو کہ الگ الگ انتظام تھا۔ لیکن چند خاندان ہی کے لڑکے دیگیں اور پانی کے ڈرم اندر لا رہے تھے۔ مڈل کلاس لوگوں کی شادیاں یہی ہوتی ہیں۔ بھرا پورا گھر۔ پیلے چاول۔ڈھول کی تھاپ اور دلہن کے گرد جمع ڈھیر ساری عورتیں۔جنکے تبصرے کبھی رشتے کی تفصیل ہوتے تو کبھی جہیز اور کھانا۔اندر کمرے میں بیٹھی زینیا کی مایوں کی رسم ادا کی جا رہی تھی۔

پیلے زرد جوڑے میں ملبوس بالوں کو دو چٹیا گوندھے اسے پلنگ کے ایک کونے میں بٹھا رکھا تھا۔ میراثی عورت شادیانے گا رہی تھی۔اور اسی شادیانوں کی آواز میں باری باری آتی چند عورتیں زینیا کی چٹیا کے بل کھول رہی تھیں۔ یہ ایک رسم تھی۔ایک بڑی بوڑھی تیل میں ڈوبا ہاتھ اسکے بالوں پہ پھیر رہی تھی۔اور ایک نے گوندھی ہوئی مہندی اسکی ہتھیلی پہ پھیلائی اور پھر چند پل کے لئے اسکی مٹھی بند کر لی۔ زینیا بس خاموشی سے بیٹھی رہی۔ دلہن کو یونہی بیٹھنا ہوتا ہے۔ خوش ہوئی تو بے حیا، اداس ہوئی تو روگی سمجھی جائے گی۔

www.novelsclubb.com

اسکی مٹھی کھولی گئی اور اب ایک بغیر ڈیزائن والی مہندی اسکے ہاتھ پہ چھپ چکی تھی۔ ہتھیلی مہندی سے بھر گئی۔ پلنگ پہ ڈرائے فروٹ کے ٹوکرے، مکھن، اور باقی چند لوازمات کے ٹوکرے رکھے عورتیں اب گاتی تالیاں پیٹتی واپس جا رہی تھیں۔

اسی لمحے زینیا نے محسوس کیا کوئی اسکے کندھے سے لگ کر رو رہا تھا۔ وہ فربہہ سا وجود اسکی ماں کا تھا۔ دل کو دھکا لگا۔ آنکھیں بھر بھر رہی تھیں۔ وہ مڑی نہیں۔ ماں جذباتی ہو رہی تھیں اسے نہیں ہونا تھا۔ (ڈھیٹ یونو)

زندگی کا ایک نیا باب شروع ہو رہا تھا۔ لیکن انداز وہی پرانے۔

اپنے کمرے میں آئینے کے سامنے کھڑا بشر سپاٹ تاثرات کے ساتھ اپنا سراپا دیکھ رہا تھا۔ اس نے کاٹن کا سفید سوٹ پہنا تھا۔ آج اسکا بھی مایوں تھا۔ لیکن دل میں کوئی خوشی کوئی رمق نہیں تھی۔

www.novelsclubb.com

ماتھے پہ بکھرے گیلے بالوں کو ہاتھ سے پیچھے ہٹاتے ہوئے اس کے انداز میں سست روی تھی۔ چند پل یونہی کھڑے رہنے کے بعد بلاخر وہ مسکرایا تھا۔ ڈریسنگ ٹیبل سے اپنا

موبائل اٹھایااور کانٹیکٹ لسٹ میں گیا۔انگوٹھے سے لسٹ کواوپر نیچے کرتے ہوئے وہ ایک جگہ ٹھہر گیا تھا۔

لالہ رخ۔

یہ لڑکی اب ماضی بن چکی تھی۔وہ اپنی بہن کسی کے گھر بھیج رہا تھا تو کسی کی بہن اپنے گھر لا بھی رہا تھا۔ہاں اس لڑکی کی محبت شاید ساری زندگی اسکے دل میں رہے۔محبت کی ناکامی شاید ساری عمر ساتھ رہے۔لیکن بشر حاکم اپنے ابا کی طرح بٹا ہوا مرد نہیں بنے گا۔

انگوٹھے سے نمبر کو ڈیلیٹ کرتے ہوئے اس نے دل اور کندھوں پہ لدا بوجھ خالی کیا۔بشر حاکم اب اس آسیبی محبت سے آزاد تھا۔کئی بار محبت آپ کے ہاتھوں سے ریت کی طرح پھسل جاتی ہے۔اور واپس نہیں آتی۔ریت کی مانند پھسلی محبت کا انتظار کرنا یا پھر خود کو زخم دینا اعلیٰ درجے کی بے وقوفی ہوتی ہے۔

www.novelsclubb.com

بشر حاکم زندگی کے ایک نئے باب کے لیے تیار تھا۔گردن اونچی کئے۔دل صاف کئے۔

نیلے موتیوں والے لباس میں ملبوس کونج حاکم اس وقت اپنے گھر کے کچن میں منجھی پہ بیٹھی تھی۔آس پاس اسکی کزنز بیٹھی تھیں۔فنکشن ختم ہو چکا تھا۔کھانا بھی ختم ہی تھا۔بس

دیگچی کی تہہ میں ذرا سا سالن رہ گیا تھا۔ جسے وہ روٹی سے لگا لگا کر کھا رہی تھی۔ آہ من و سلوی۔

اسی لمحے دروازے کی چوکھٹ پہ کوئی مرد آ کر کھڑا ہوا۔ صاف رنگت۔ اونچا قد۔ اچھی جسامت۔ سیاہ آنکھیں۔ اور خوبصورت نقوش۔ ضیغم میر۔ بالاج میر کا چھوٹا بھائی۔ وہ مسکرا رہا تھا۔ کھاتی ہوئی لڑکی کو دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ باقی لڑکیوں نے اسے ذو معنی نظروں سے دیکھا تھا۔ کچھ تھا جو وہ جانتی تھیں۔ اور مڑی ہوئی پلکوں والی لڑکی نہیں جانتی تھی۔

لڑکے نے گلہ کھنکھارا۔ اور کونج کو مخاطب کیا۔

،،دیگچی کی تہہ سے کھانے والوں کی شادی پہ بارش ہوتی ہے۔ خوار کرواؤ گی کیا۔؟،، وہ ہنوز مسکرا رہا تھا۔ کونج نے گھوم کر اسے دیکھا۔ سخت تپ چڑھی تھی اسے۔

،،اگر بارش ہوئی بھی تو میری شادی پہ ہو گی۔ تمھیں کیا مسئلہ ہے۔؟،، تیوری چڑھا کر استسفار کیا۔ جہاں باقی سب لڑکیاں قہقہے مار کر ہنسی تھیں۔ وہیں ضیغم مسکراتے ہوئے آگے بڑھ گیا۔

کونج حاکم ہو نقوں کی طرح سب کے چہرے دیکھے گئی۔ وہ اپنی زندگی کے اس نئے باب سے انجان تھی۔ جانے یہ نیا باب اسکی زندگی میں کیا تبدیلیاں لانے والا تھا۔

اپنے آفس میں کھڑا قیس اپنی چند چیزیں اٹھا رہا تھا۔ جب دروازہ ایک دھاڑ سے کھلا۔ اڑی ہوئی رنگت اور پیلے پھٹک چہرے والی حدیبیہ اندر داخل ہوئی۔

قیس نے ناگواری سے اسے دیکھا تھا۔،، تم تمیز بھول گئی ہو حبیب۔؟،،

،، تمھیں لگتا ہے اس طرح دروازہ کھول کر آؤ گی تو میری فیورٹ بن جاؤ گی
۔؟،، گھنگریالے بالوں والا مرد میز سے ٹیک لگائے بازو سینے پہ باندھے فرصت سے طنز کر رہا تھا۔ حدیبیہ نے بغیر کچھ کہے اپنے ہاتھ میں پکڑا ٹیبلٹ اسکے آگے لہرایا۔ قیس نے اچٹتی سی نگاہ اس پہ ڈالی اور ٹیبلیٹ اسکے ہاتھ سے لیا۔ کوئی گلہ پھاڑ پھاڑ کر چیخ رہا تھا۔

معروف فیشن برانڈ قیسم کے مالک قیس کمبیر کی ٹیکسٹائل فیکٹری میں ورکرز کا دھرنا۔ فیصل آباد میں موجود قیسم ٹیکسٹائل کے ورکرز کا کہنا ہے کہ انہیں باقی فیکٹری کے ورکرز کے حساب سے آدھے پیسے ملتے ہیں۔ جبکہ ڈبل محنت کرنے پہ کوئی بونس یا پھر اضافی اجرت نہیں ملتی۔

قیسم کے ورکرز نے شاہراہ بند کر رکھی ہے۔ صبح سے شہریوں کو مشکلات کا سامنا۔ ابھی تک قیس کمبیر اور مہدی کمبیر کی جانب سے کوئی بیان سامنے نہیں آیا۔ مزید تفصیلات...

.....

قیس نے بٹن دبا کر رپوٹر کی آواز کا گلہ گھونٹ ڈالا تھا۔ سن چکا وہ سب۔ ایک نظر حدیبہ کے پریشان چہرے پہ ڈالی پھر پلکیں جھپکا کر تسلی دی۔ اور باہر نکل گیا۔ اسکے ماتھے پہ پسینے کے ننھے ننھے قطرے تھے۔ پینٹ کی پاکٹ سے اپنا موبائل نکالا وہ تیز تیز کچھ لکھتے ہوئے آگے بڑھ رہا تھا۔

راہداریوں میں چلتے ہوئے کئی لوگوں نے اسے مڑ مڑ کر دیکھا تھا۔ ہو گا وہ کہیں کا قیس کمبیر لیکن اسکے آفس میں بھی،،لوگ،، تھے۔ فرشتے نہیں۔ اور لوگوں سے کیسے صلے۔؟ کیسی امیدیں۔؟

راہداری کا ایک موڑ مڑتے ہوئے اچانک اسکے سامنے کوئی آیا تھا۔ قیس ٹھٹھک کر رکا۔ سفید اسنیکرز سے اوپر سفید سلیکس، سیاہ بلیزر اور سفید کوٹ۔ گہرا سانولا رنگ۔ مسکراتا پر تپش چہرہ۔ براق حنیف تمھارے سامنے ہے۔

،،شیطان شیطانی سے پہلے مجھ سے اجازت نامہ سائن کرواتا ہے لوسفر۔،،

وہ مسکرا رہا تھا۔ قیس جانتا تھا۔ اسکی فیکٹری میں جا کر کون اسکے ورکرز کی پشت پناہی کر سکتا ہے۔ کون انہیں اتنی ہمت دے سکتا ہے کہ وہ لوگ قیس کے سامنے کھڑے ہو سکیں

۔

www.novelsclubb.com

،،ان سائن کروائے اجازت ناموں پہ آخری دستخط میرے ہوتے ہیں براق حنیف۔،،

،،قیسم ڈھے رہا ہے کندھے مضبوط رکھو۔،، کان کے قریب جھک کر طنز کیا۔

،، قیسم اچھی نیتوں اور میرے خون پسینے سے کھڑا ہے۔اسے کندھے کے سہارے نہیں چاہیے ہیں۔،،

،،میرے دیئے عطیے پہ کھڑا ہے تمہارا قیسم۔ جس دن ہاتھ کھینچ لیا۔ عمارت پہ لگے کانچ کے ٹکڑے چنتے نظر آؤ گے،، آدھے عرب کی آنکھوں میں استہزاہ تھا۔

،،یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ انہی کانچ کے ٹکڑوں کو میں تمہاری شہ رگ پہ پھیر دوں ۔؟،، سیریل کلر کی آنکھیں چمک اٹھی تھیں۔ براق آگے آیا۔ قیس کے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔

،، گو کہ ابھی بھی تمہاری اس اڑی ہوئی رنگت کو دیکھنے اور آنکھیں سیکنے کا دل چاہ رہا ہے۔ لیکن_ (وہ رکا آنکھیں محظوظ انداز میں اٹھائیں۔)_ میرے پاس تمہاری ناکامیاں دیکھنے کے علاوہ بھی بہت کام ہیں۔،،

،،نہ میری رنگت اڑی ہوئی ہے۔نہ میں ناکام ہوا ہوں۔ میں حکمت عملی تیار کر رہا ہوں۔ تم جیسے بے وقوف آدمی کے ساتھ وقت ضائع نہیں کر سکتا۔،، وہ آگے بڑھ گیا۔ براق اسے مسکراتے ہوئے جاتے دیکھتا رہا۔اسکے لب کوئی عربی غزل گنگنا رہے تھے۔

پارکنگ میں کھڑی سیاہ رینج روور میں بیٹھنے سے پہلے قیس کا موبائل بجنے لگا تھا۔گاڑی کی عقبی نشست پہ بیٹھتے ہوئے اس نے موبائل کان اور کندھے کے بیچ میں لگایا۔ہاتھ سے ڈرائیور کو آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔

،،کیا ہوا گر یہ مشتعل ملازمین تمہاری فیکٹری کو آگ لگا دیں۔؟،،واصف منیر کی آواز نے اسکے کانوں میں زہر گھولا۔گاڑی چل رہی تھی۔

،،ان ہزاروں افراد کے ہجوم میں کیا پتہ چلے گا۔؟کس نے آگ لگائی؟ہاں البتہ یہ ضرور ہو گا کہ اتنی بڑی فیکٹری کے جل جانے سے تمہارا کروڑوں کا نقصان ہو جائے،اور مزے کی بات یہ ہے کہ تمھارے پیچھے دعائیں اور سہارے دینے والے ہاتھ بھی نہیں ہیں۔،، ایک لمحے کے لئے قیس کی گرفت فون پہ ڈھیلی پڑی۔اگلے پل اسکے تاثرات سپاٹ ہو گئے

۔

www.novelsclubb.com

،،میرے پیچھے دعائیں ہوں یا ناں ہو بد دعاؤں کی ایک ریلی ہے۔میں مہلت لے کر آیا شیطان ہوں۔میرا زوال تمھارے بس کی بات نہیں۔میری قیامت تم لوگ نہیں لا سکتے ۔میرے حصے کی آگ ابھی ٹھنڈی ہے۔،،سامنے سے ہنکارہ بھرا گیا۔

،، تمہارے لئے صور پھونکا جا چکا ہے قیس۔ میں نے تم سے کہا تھا مجھ سے مت الجھنا۔ اب تم اس نری جہنم سے نکل کر دکھانا۔،،

،، جہنم میرے لئے نئی نہیں ہے۔،، جتاتے ہوئے کال کاٹ دی گئی۔ گاڑی اپنی رفتار سے اسلام آباد کی سڑکوں پہ دوڑ رہی تھی۔ فیصل آباد کی سب سے پہلی فلائٹ بک ہو چکی تھی۔ قیس کے لئے ایک نیا مسئلہ تیار تھا۔

وہ اس وقت قیسم سے ایک روپیہ بھی کسی کو نہیں دے سکتا تھا۔ اس نے مارکیٹ سے قرض لے رکھا تھا۔ قیسم کی سب سے بڑی اور سب سے مہنگی کلیکشن اس وقت تکمیل کے مراحل میں تھی۔ اگر وہ ملازمین کی تنخواہ بڑھانے لگ گیا۔ پھر تو مکمل ہوا ہے یہ کلیکشن۔

وہ سپاٹ چہرے کے ساتھ گاڑی سے باہر دیکھ رہا تھا۔ ہر طرف شور تھا۔ نفرت تھی۔ اشتعال تھا۔ ہر شور میں قیس کے خلاف نعرے بلند ہوتے تھے۔ ہر نفرت میں بس وہی تھا ۔ سارا اشتعال اس پہ نکالا جانا چاہتا تھا۔

آخر یہ ساری دنیا اس کے پیچھے کیوں پڑ گئی تھی۔؟

اسلام آباد کی نجی یونیورسٹی کے مینٹل ہیلتھ سیمینار کا منظر کچھ یوں تھا۔یونیورسٹی کے وسیع تاحد نگاہ پھیلے گراؤنڈ میں جابجا طلباہ تھے۔جن کے لئے کرسیاں سجی تھیں۔سفید پوش والی کرسیاں اوران پہ بیٹھے بور ہوتے طالب علم۔جہاں کرسیاں ختم ہوتی تھیں۔وہیں سے چند ذینے اوپر اسٹیج بنا تھا۔

اوراس اسٹیج پہ کھڑا تھاوہ جسکا تمھیں کئی لمحوں سے انتظار تھا۔

سفید گول گلے والی شرٹ کے اوپر جینز جیکٹ پہنے،نیچے سیاہ سلیکس اور کلائی میں قیمتی گھڑی۔بالوں کے اسپائکس اچھے سے سیٹ تھے۔اسکی سبز آنکھیں لوگوں پہ جمی تھی۔عام چہرے والا مرد کہہ رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

،،مجھے یہاں مینٹل ہیلتھ پہ سپیچ دینے کے لئے مدعو کیا گیا ہے۔لیکن یہاں آئے دس سے زائد افراد آپ کو بتا چکے ہیں آپ نے اپنی مینٹل ہیلتھ کس طرح ٹھیک کروانی ہے۔،،
بھاری گمبھیر لہجے والا مرد ایک پل کو رکا۔

،، یہاں آپ کو علاج بتایا گیا ہے۔ لیکن احتیاط کہاں ہے۔؟ ابتداہ کہاں ہے۔؟ جانتے ہیں مینٹل ہیلتھ کب خراب ہونا شروع ہوتی ہے۔؟،،

سارے میں خاموشی تھی۔ لوگ اسے سن رہے تھے۔ دیکھ رہے تھے۔

،، مینٹل ہیلتھ خراب ہونے کی شروعات آپ کی غلط سنگت سے ہوتی ہے۔،، لوگ اچھنبے سے اسے دیکھ رہے تھے۔ مہدی نے اضافہ کیا۔

،، ہم سب کے پاس دوست ہوتے ہیں۔ ہر مشکل ہر پریشانی اور ہر خوشی میں ہم انہی کے پاس جاتے ہیں۔ دوست ہی آپ کی مینٹل ہیلتھ خراب ہونے کے ذمہ دار ہیں۔،، کیا اسے حق تھا یوں دوستی جیسے رشتے کی تذلیل کرے۔؟

اسپاٹ لائٹ کی روشنی میں اسٹیج پہ آگے سے پیچھے دائیں سے بائیں جاتے، کان میں لگے ننھے آلے کو سیٹ کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

،، آپ کو میری بات سے اختلاف ہو سکتا ہے۔ لیکن یقین کریں آپ کے دوست ہی وجہ ہیں۔ کہ آپ اوور تھنکنگ کر رہے ہیں۔ آپ ڈپریشن میں ہیں۔ آپ ایک ٹاکسک تعلق میں بندھے ہیں۔ جانتے ہیں کیسے۔؟،،

مہدی نے ہاتھ میں پکڑا مائیک عوام کی طرف گھمایا۔آوازیں بھنبھناہٹ کی صورت اس کے کانوں میں پڑنے لگیں۔

مائیک کا رخ اس نے اپنی جانب کر لیا۔،،میں یہاں بچپن کے ٹراما،ڈپریشن یا پھر سٹریس کی بات نہیں کر رہا وہ مختلف چیز ہے ہم وہاں نہیں جا رہے۔،وہ سانس لینے کو رکا۔

،،آپ کے دوست آپ سے اچھا مشورہ ڈیزرو کرتے ہیں جو کہ آپ نہیں دیتے۔اور آپ کا دوست ایک غلط شخص کے ساتھ جڑ جاتا ہے۔آپ کا دوست اپنی پرابلمیٹک فیملی کو ڈیل کرنے کے لئے آپ سے بات کرتا ہے۔اور آپ کی عدم توجہی اسے اپنے گھر کا بدتمیز انسان بنا سکتی ہے۔آپ سب کے پاس ایسے دوست ہوں گے ہے ناں۔؟،،مائیک کا رخ ایک بار پھر عوام کی طرف تھا۔اداس، مظلوم چہرے بنا کر تائید کی گئی۔ہر ایک کو اسکا غم یاد آیا۔ہر ایک کو اپنے دوستوں کی بے وفائی بری صلاح مشورہ یاد آیا۔پچھلی دفع آوازیں بھنبھناہٹ تھیں۔اس بار خود ترسی تھیں۔

،،آپ سب کو اپنے اپنے غم یاد آ گئے ہیں ناں۔؟کئی دوستوں نے آپ کو غلط مشورہ دیا ہو گا ۔کئی نے آپ کی مینٹل ہیلتھ کل مذاق لیا ہو گا۔یعنی کے دوست ہی سارا مسئلہ ہوئے ہے

ناں۔؟،،وہ چلتے ہوئے آیا اسٹیج کے سرے پہ پہنچ کر نیچے بیٹھ گیا۔ٹانگیں اب اسٹیج سے نیچے لٹک رہی تھیں۔ غور سے لوگوں کو دیکھا۔اور صور پھونکنے جیسے الفاظ ادا کئے۔

،،لیکن وہ دوست آپ بھی تو ہو سکتے ہیں۔؟،،موٹ کا سناٹا کیا ہوتا ہے۔اگر تم اس ہال میں بیٹھے ہوتے تو معلوم ہو جاتا۔ طلباہ کے رنگ واضح طور پہ سفید پڑے تھے۔

،،آپ نے بھی تو غلط مشورے دیئے ہوں گے۔آپ نے بھی کئی دوستوں کا مذاق اڑایا ہو گا۔آپ کے خیال میں آپ نے بس مذاق کیا ہے لیکن مینٹل ہیلتھ مذاق نہیں ہوتی۔،، لوگ سن ہوئے اسے سن رہے تھے۔وہ باتوں کو گھما کر کب آپ کے اوپر لے آئے پتہ کہاں چلتا تھا۔

،،یہ زمانہ دوستوں کا ہے۔مسائل کا ہے۔اور خراب ہوتی مینٹل ہیلتھ کا ہے۔سارے مسائل ساری خوشیاں بس دوستوں سے شیئر کرنی ہوتی ہیں ایسا ہی ہے ناں۔؟،،اسپاٹ لائٹ میں نظر آتا شخص پوچھ رہا تھا۔لوگ متفق تھے۔

،،آپ کو چاہیے کہ اپنے مشورے مثبت رکھیں۔دوستوں کا بریک اپ،گھریلو مسائل۔ ٹوٹی شادی، برا اکیڈمک ریکارڈ یہ آپ کے ہنسنے یا ہوا میں اڑا دینے والی چیزیں نہیں ہیں۔یہ

سب ایک دن سیریس مسئلہ بن سکتے ہیں۔خود پہ نظر ثانی کریں۔اپنا رویہ بدلیں۔کئی بار آپ کہانی میں وکٹم نہیں ہوتے۔بلکہ کئی لوگ آپ کے وکٹم ہوتے ہیں۔ایسے دوست نہ بنیں جن کے بارے میں کہا جائے۔

،،مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ۔،،

لوگ قہقہہ مار کر ہنسے تھے۔کئی لوگوں کو شرمندگی ہوئی تھی۔کئی کو اپنے وکٹمز یاد آئے۔ اسٹیج پہ بیٹھا شخص اب بھی بول رہا تھا۔

،،کئی لوگوں کو لگتا ہے سارا ظلم انکے ساتھ ہوا ہے۔کہ انہیں کبھی اچھا دوست نہیں مل سکا ۔جیسے قصے کہانیوں میں ہوتے ہیں۔انکے لئے میں سب سے پہلے یہی کہوں گا۔اپنا دائرہ بدلیں۔ٹاکسک لوگوں سے باہر نکل آئیں آپ کے لئے اس اربوں کی آبادی میں دوست پیدا ہو ہی جائیں گے۔خود کو بے مول کر کے اگر آپ چاہیں گے کہ کوئی آسمان سے اتر کر آئے گا۔اور آپ کو ان ٹاکسک دوستیوں سے نکال لے گا۔تو آپ غلط ہیں۔،،

وہ اٹھ کھڑا ہوا۔دائرہ نما لائٹ اسکے پیچھے پیچھے تھی،،۔اگر کوئی اور آپ کے لیے اچھا دوست نہیں بن رہا تو آپ کسی کے لئے ویسے بن جائیں۔سب کے چہرے پہ ناپسندیدگی پھیلی تھی۔،،مہدی مسکرایا۔

،،کیوں کیا ہوا۔؟خود کو اچھا بنانے کی بات پہ منہ بن گئے۔؟یاد رکھیں جو جیسا ہوتا ہے اسے ویسے ہی لوگ ملتے ہیں۔آپ اگر اس ساری دنیا میں کسی ایک شخص کے لئے برے دوست ہیں۔تو آپ کے لئے بھی برے دوست رہیں گے۔ناقدری کریں گے۔تو ناقدر کئے جائیں گے۔برے مشورے دیں گے،تو آپ کو بھی برے مشورے دیئے جائیں گے ،قربانیاں نہیں دیں گے،تو آپ کے لئے بھی قربانی نہیں دی جائے گی۔،،

تالیاں پیٹی گئیں۔سراہا گیا۔وہ مسکراتے ہوئے ستائش کے درمیان گھرا کھڑا تھا۔لوگ اسکا کمفرٹ تھے۔لوگ اسکا دائرہ تھے۔لوگ ہی اسکا علاج تھے۔

،،اگر اچھا دوست چاہیے۔تو سب سے پہلے آپ اچھے بنیں۔قربانیاں چاہیے تو قربانی دینے والے بنیں۔اپنے غم اپنی تکالیف پہ اچھے مشورے چاہیے تو دوسروں کے غموں کو غور سے سننا سیکھو۔یاد رکھیں کوئی آسمان سے اتر کر،یا پھر دیو ملائی کہانیوں سے نکل کر آپ کا

ہاتھ تھام کر آپ کو ایک برے دائرے سے نہیں نکالے گا، آپ اپنے saviour خود ہوتے ہیں۔اپنے سب سے اچھے دوست آپ خود ہوتے ہیں۔،،چند مزید باتوں کے بعد اب وہ ایک ہاتھ کمر پہ باندھے ایک ہاتھ آگے کو پھیلائے ہوئے تمام لوگوں کا شکریہ ادا کر رہا تھا۔

اسٹیج سے پلٹنے کے بعد اسے ایک فون کال موصول ہوئی تھی۔جیکٹ کندھوں پہ ڈالے سیکورٹی کے درمیان وہ نکلتا جا رہا تھا۔باؤنسرز اسے لوگوں کے ہجوم سے بچائے ہوئے تھے ۔لیکن موصول ہونے والی کال نے اسکے اوسان خطا کر دیے تھے۔وہ شور سے بچتے بچاتے باہر نکل رہا تھا۔

قیسم ڈھے رہا تھا۔وہ بس ایک عمارت ایک فیشن ہاؤس نہیں تھا۔قیسم کمبیر خاندان کی میراث تھی۔

www.novelsclubb.com

لوگوں کے جم غفیر سے بھری سڑک پہ بھانت بھانت کی بولیاں کانوں میں پڑتی تھیں۔ ٹائر جلاتے نعرے بازیاں کرتے۔اشتعال اور بھڑکائی گئی نفرت کے پوسٹر اٹھائے قسیم کے ملازمین اس وقت فیصل آباد کی سب سے بڑی شاہراہ پہ دھرنا دے رہے تھے۔ان لوگوں کے منہ میں زبانیں دینے والا براق حنیف تھا۔ان لوگوں کی ٹانگوں کو کھڑے ہونے کی سکت دینے والا واصف منیر تھا۔اور ان لوگوں کے لئے وقت کا فرعون بننے والا قیس کمبیر ہوگا۔

لمبی شاہراہ کے اختتام پہ سیاہ رینج روور آکر کھڑی ہوئی تھی۔تارکول کی سیاہ سڑک پہ ایک چمک دار بوٹ دھرا گیا۔بوٹ سے نظر اٹھا کر اوپر دیکھو سفید ڈریس شرٹ اور سیاہ ویسٹ کوٹ میں ملبوس گھنگریالے بالوں والا مرد آنکھوں میں سنجیدگی لئے آگے بڑھ رہا تھا۔ اشتعال زدہ لوگوں کے قریب۔ نفرت کی بھڑکائی آگ کو چھو کر سرد کر دینے۔کیمروں کا رخ اسکی جانب ہوا تھا۔

www.novelsclubb.com

اپنے اپارٹمنٹ کے لاؤنج میں بیٹھے براق حنیف نے ڈھیر سارے پاپ کارن مزے سے منہ میں ڈالے۔ٹی وی کی آواز بڑھادی۔آج شیطان کو ایک بار پھر عرش سے پھینکا جائے گا۔زبردست۔

مشتعل لوگ غصے اور نفرت سے اسے اپنے قریب آتے دیکھ رہے تھے۔سڑک کے اطراف میں ٹائر جل رہے تھے۔بھڑکتی آگ۔سیاہ دھواں۔جلتے شعلے۔اور ان سب کے درمیان وہ سیاہ آنکھوں والا مرد۔

اپنے باپ کے پر تعیش آفس میں بیٹھا واصف منیر دیوار گیر ٹی وی پہ فیصل آباد کی شاہراہ کا یہ منظر دیکھ رہا تھا۔اسکے دونوں بھائی اسکے ساتھ بیٹھے تھے اور اسکا اونچی اوقات اور ساکھ رکھنے والا باپ گردن تفخر سے اکڑائے بیٹھا تھا۔آج کی قیامت میں اس فرعون کو غرق ہونا تھا۔وہ اس منظر کو دیکھنے کے لئے بے تاب تھے۔

سڑک پہ چلتے اسکے قدموں کے ساتھ کوئی اور قدم تھے جو ہم قدم ہوئے تھے۔سیاہ اونچی ہیلز کھلا سرخ ٹراؤزر اور اسکے اوپر سیاہ ٹاپ پہنے۔ماہ جبین مختار قیس کے ہمقدم ہوئی تھی۔قیس نے گردن ترچھی کئے مسکرا کر اسے دیکھا۔وہ بھی جواباً مسکرائی تھی۔

،،ہیلو بیوٹی۔،، قیس نے سرگوشی کی۔

ہیلو ہینڈسم۔وہ چہکی تھی۔

بیضوی چہرہ۔بڑی بڑی نیلی آنکھیں۔بھرے بھرے ہونٹ اور پتلی ناک والی عورت کے چہرے پہ رعونت تھی۔

اپنے اپارٹمنٹ اور اپنے باپ کے آفس میں بیٹھے دونوں مردوں کی رنگت واضح طور پہ فق ہوئی تھی۔براق اچھل کر صوفے سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔یہ فتنہ عورت یہاں کیا کر رہی تھی ؟۔

پولیس اہلکاروں کی معیت میں قدم اٹھاتے اس مرد اور عورت نے اپنے ٹھہراؤ کا فیصلہ کیا ۔سڑک کے بیچ و بیچ ایک جلتی ہوئی گاڑی کے سامنے۔اٹھتے ہوئے دھوئیں کے درمیان۔ اور جلتے ہوئے شعلوں کی بازگشت میں۔

www.novelsclubb.com

،،میں ماہ جبین مختار یہاں آپ کا مسئلہ حل کرنے آئی ہوں۔میں یہاں آپ کی صلح جو بن کر آئی ہوں۔،،اسکی آواز بلند تھی۔پھر بھی اسے ایک بڑا سا مائیک دیا گیا۔

اپنے باپ کے آفس میں بیٹھا واصف منیر اڑی ہوئی رنگت کے ساتھ اپنی جگہ سے اٹھا تھا۔ اسکا چہرہ غیر یقینی حد تک سفید پڑ رہا تھا۔ بازی یوں پلٹ جائے گی اس نے سوچا بھی نہیں تھا ۔

،، کیا ہوا واصف کون ہے یہ عورت۔؟،، اسکا ایک بھائی حیرانی سے پوچھ رہا تھا۔ باقی ساکت ہو گئے تھے۔ وہ جانتے تھے یہ کون ہے۔

،، پاکستان کے سب سے بڑے صنعت کار کی بیٹی۔ وہ آدمی ٹیکسٹائل انڈسٹری کا بادشاہ ہے ۔،، واصف کی آواز پھٹی ہوئی تھی۔

تو ڈرنے کی کیا بات ہے۔؟

،، ٹیکسٹائل انڈسٹری ایک کور ہے۔ وہ انڈر ورلڈ کا بادشاہ ہے۔ اور اسکی سنکی بیٹی اپنے باپ کے بے حد قریب ہے۔ یہ لوگ نہیں ہیں زمینی شیطان ہیں۔،،

بازی اس طرح پلٹ جائے گی اس نے خواب میں بھی نہیں سوچا ہو گا۔)

،، نسل در نسل ہمارا کاروبار چلا آ رہا ہے۔ کپڑا ہم سے ہے اور ہم کپڑے سے۔،، وہ گردن اٹھائے کہہ رہی تھی۔،، آپ سب کی تنخواہ، ماہانہ الاؤنس اور بونس یہ سب قیس نے

میرے اور بابا کے باہمی مشورے کے بعد طے کیا تھا۔ کیا آپ کو واقعی اس پہ اعتراض ہے ۔؟،،وہ گویا خفا ہوئی۔

مجمع دم سادھے اسے سن رہا تھا۔ اسکے یہاں ہونے کی توقع تو فرشتوں نے بھی نہیں کی ہو گی۔

(،،سارا ملک جانتا ہے انکی فیکٹریوں میں ظلم و بربریت کی کیسی داستان رقم کی جاتی ہے۔ زیادہ تنخواہ، بونس یا الاؤنس مانگنے پہ ملازمین کی چمڑی تک ادھیڑ دی جاتی ہے۔ سیاسی پارٹیز کو فنڈ کرتے ہیں یہ۔ ہر آنے والی حکومت میں انکے لوگ ہوتے ہیں۔ زبانیں بند کرنا اور کھڑی ہوتی ٹانگیں کاٹنا انکو خوب آتا ہے۔،،

واصف منیر سخت مضطرب تھا۔)

،،ہمارے تمام سینئرز اور باقی صنعت کاروں کے باہمی مشوروں اور آپ کی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے آپ کی اجرت طے کی جاتی ہے۔ گو کہ آپ کو اعتراض کا کوئی حق نہیں ہے۔ لیکن پھر بھی اگر آپ قیس کے خلاف جانا چاہتے ہیں۔،وہ رکی نرم نظروں سے قیس کو دیکھا۔ پھر مجمعے کو۔

،،پھر میرے دوست کے عقب میں، میں کھڑی ہوں۔یہ سمجھداروں کے لئے اشارہ تھا۔ اور باغیوں کے لئے دھمکی۔،،

،،آپ سب کو بونس دیئے جائیں گے۔لیکن آپ کی ضرورت اور قیسم کی استطاعت کے حساب سے۔،،

واصف منیر نچڑی ہوئی رنگت کے ساتھ یہاں سے وہاں چکر لگ رہا تھا۔اسے کسی پل چین نہیں آتا تھا۔

،،یہ عورت سر راہ کھڑے ہو کر ہمیں دھمکا رہی ہے۔ہم کچھ نہیں کر سکتے۔سب برباد ہو گیا۔سب ختم ہو گیا۔وہ بتا رہی ہے کہ قیس کے پیچھے کون ہے۔وہ مجھے بتا رہی ہے۔وہ براق حنیف کو بھی بتا رہی ہے۔بابا مجھے بتائیں میں کیا کروں۔؟،،اس نے مٹھی میں پکڑ کر اپنے بال نوچ لئے تھے۔

www.novelsclubb.com

عنایت منیر ٹھنڈی نظروں سے اسے دیکھ رہے تھے۔

،،زندگی ہے تو کمپنی ہے۔ساکھ ہے۔یہ عورت چاہے تو ابھی تمہاری جان لے لے۔اور میں اپنا بیٹا ایک بے کار کمپنی کے چکر میں نہیں کھو سکتا۔،،یہ باپ کی محبت نہیں تھی۔یہ باپ کی دھمکی تھی۔)

مائیک اب قیس کے ہاتھ میں تھا۔اسکی آنکھیں سنجیدہ تھیں۔چہرہ سپاٹ۔

،،میں نے آپ لوگوں کی ضروریات پوری کیں۔،،قیس کہہ رہا تھا۔،،میں نے آپ لوگوں کو کوارٹر فراہم کئے۔میں نے آپ کی تنخواہ آپ کے کنبے کے حساب سے مقرر کی۔لیکن۔،وہ رکا۔لوگ سہم کر اسے دیکھے گئے۔

،،لیکن آج سے قیسم ٹیکسٹائل کا فنانس ڈپارٹمنٹ جبین ٹیکسٹائل کے سپرد ہو گا۔ایک تربیت یافتہ ٹیم اب قیسم کے لئے کام کرے گی۔آپ کو لگتا ہے میں نے آپ کے حق میں کوتاہی کی ہے۔؟میں حرجانہ ادا کر رہا ہوں۔،،اعلان تھا کہ صور تھا۔لوگوں کے کانوں سے ان دیکھا خون رسنے لگا۔وہ جانتے تھے جبین ٹیکسٹائل بونس اور الاؤنس تو کیا اجرت بھی پوری نہیں دیتے۔

لاکھوں لوگوں نے براق حنیف کو اجتماعی بد دعائیں دی تھیں۔پولیس افسر اب مجمع ہٹا رہے تھے۔پولیس کا بس نام تھا۔اصل مجمع ماہ جبین کے گارڈز کو دیکھتے ہوئے ہٹ رہا تھا۔قیس گردن اونچی کیئے کھڑا تھا۔

قیسم کی بنیادیں آج مزید مضبوط ہو چکی تھیں۔

(اپنے اپارٹمنٹ کے لاؤنج میں براق حنیف جلے پیر کی بلی کی طرح چکر کاٹ رہا تھا۔میز پہ رکھے لیپ ٹاپ پہ ویڈیو کال چل رہی تھی۔واصف منیر سرخ انگارہ ہوتی آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

،،وہ عورت وہاں کیا کر رہی ہے براق حنیف۔؟،،ایک ایک لفظ پہ زور دیا۔براق نے جواب نہیں دیا۔اسے بی قیو پراجیکٹ ڈوبتا نظر آ رہا تھا۔

،،وہ جاہل عورت اتنا بڑا قدم کیوں اٹھا رہی ہے۔؟وہ مجھے کھلم کھلا چیلنج دے رہی ہے۔کیوں کیوں۔؟کیوں کر رہی ہے وہ ایسا۔؟،،

،،کیا اسکے اس اقدام کے پیچھے صرف اسکا،،عورت،،ہونا کافی نہیں ہے۔؟،،براق پھنکارہ

۔

عورت۔fashion enthusiast،،ایکfashion freak عورت ایک واللہ میں نے عورتوں سے زیادہ بے وقوف مخلوق اپنی زندگی میں نہیں دیکھی۔،، براق نے تبصرہ کیا۔

اور میں نے عورتوں سے زیادہlogic less مخلوق اپنی زندگی میں نہیں دیکھی۔ واصف منیر کا ہارا ہوا تبصرہ۔،،اسکی زندگی برباد ہو چکی تھی۔

،،اگر وہ میری گرل فرینڈ ہوتی تو اسے مارگلہ ہلز پہ سرعام پھانسی لگاتا اور،..... باقی کی آوازیں واصف منیر تک نہیں پہنچ سکیں۔اس نے لیپ ٹاپ کی سکرین گرادی تھی۔وہ اس جنگ کو پہلی ہی کوشش میں ہار چکا تھا۔)

وہ اپنی گاڑی کی طرف پلٹ رہا تھا۔ گردن اونچی کئے چال میں اعتماد لئے۔اسکی اونچی گردن بتاتی تھی وہ اونچائیوں کے لئے بنا ہے۔اسکی چال کا اعتماد بتا رہا تھا۔اسے کوئی گرا نہیں سکتا۔ وہ جیسے آیا تھا ویسے ہی پلٹ رہا تھا۔اسکے لئے لگائی آگ ٹھنڈی ہو چکی تھی۔اسے عرش سے نہیں پھینکا گیا۔اسکے لئے بجایا گیا صور کچھ وقت کے لئے رک گیا۔

وہ صحیح کہتا تھا۔ قیس مہلت لے کر آیا شیطان ہے۔ لیکن مہلتیں بلا خر ختم ہو جایا کرتی ہیں ۔اور پھر کیا ہوتا ہے۔؟

صحن کے پچھلے حصے میں رکھی چارپائی ویسی ہی تھی۔ ہمسایہ گھر کی دیوار سے جھانکتی درخت کی شاخ اور زمین پہ دو از نو بیٹھا کتا بھی ویسا ہی تھا۔ کچھ بدلا تھا تو زینیا حاکم کا ظاہری حلیہ۔ زرد جوڑا، ہاتھوں پہ گہری مہندی۔ بال کھول چھوڑے تھے۔ دوپٹہ سر پہ ٹکا تھا۔ وہ اپنے مایوں کے کپڑوں کی پرواہ کئے بغیر زمین پہ بیٹھی تھی۔ مہندی لگے ہاتھوں سے روٹی اس کتے کے آگے ڈالتی۔ اسکی نظریں کہیں دور تھیں۔ کہیں ماضی میں کہیں مستقبل میں۔ قدموں کی چاپ پہ بھی اس نے سر نہیں اٹھایا۔ بس بیٹھے بیٹھے ہاتھ اونچا کر کے ہتھیلی پھیلا دی۔ کونج نے روٹی اسکے ہاتھ پہ رکھی۔

،،تم نے اسے بگاڑا ہوا ہے زینی۔،،وہ خفا ہوئی۔،،یہ بلکل بھک منگا ہو گیا ہے۔بندہ محنت مزدوری کر کے کھائے۔کسی کچرے دان میں منہ مارے۔کسی کا بچھا کچھ اکھائے۔لیکن نہیں یہ ہڈ حرام روز یہاں آجاتا ہے۔،،زینیا نے سر نہیں اٹھایا۔کونج کو کوفت ہونے لگی۔

،،یار اندر چلو زینی۔مایوں کی دلہن ہو تم۔اس طرح باہر نہیں بیٹھتے چھلہ ہوتا ہے۔،،اس نے ایک کلستی نظر اپنی بڑی عرف ڈھیٹ بہن پہ ڈالی۔

،،ابٹن کی خوشبو پہ جن بھوت چمٹ جاتے ہیں۔،،اس نے ایک آخری سی کوشش کی۔

،،آخر تمھیں کتوں سے اتنی محبت کیوں ہے۔؟،،وہ پھٹ پڑی۔اور اسی لمحے زینیا حاکم نے نظریں اٹھا کر اپنی بہن کو دیکھا۔چھوٹی سنہری آنکھیں جن میں سرد تاثر تھا۔

،،مجھے کتوں سے نفرت ہے۔،،اسکے لہجے میں کچھ تھا کہ کونج نے بے اختیار قدم پیچھے کو موڑے۔اسکی سر پھری بہن جو مرضی کرے اسے یہاں سے جانا چاہیئے۔رات گہری ہوتی جا رہی تھی۔کتنے پل بیتے۔کتنی گھڑیاں گزریں۔کچھ علم نہ ہوا۔کافی دیر بعد زینیا کی ہلکی آواز کانوں میں سنائی پڑتی تھی۔

،،تم جانتے ہو۔میں یہ شادی کیوں کر رہی ہوں۔؟عبداللہ کے لئے تو میں ساری زندگی انتظار کر سکتی ہوں۔لیکن پھر کیوں مجھ جیسی ڈھیٹ بالاج کے لئے مان گئی۔؟،،گھٹنے سینے سے لگائے چہرہ گرائے وہ اس سے پوچھ رہی تھی جو جواب نہیں دے سکتا تھا۔

،،بشر کو لگتا ہے میں اپنا مستقبل سنوار رہی ہوں۔کونج کو لگتا ہے میں انتقام لے رہی ہوں۔بالاج کو لگتا ہے وہ میرا سہارا ہے۔لیکن اصل بات پتہ ہے کیا۔؟،وہ ایک لمحے کو رکی۔گوادر کے ساحل سے پلٹتی ہوا بھی رک گئی۔

،،میں سب کچھ ابا کے لئے کر رہی ہوں۔،،اس نے دھیرے سے راز کہہ سنایا۔،،میں چاہتی ہوں ابا مجھ سے خوش ہو جائیں۔ساری زندگی انکی محبت کی نظر کے لئے ترسی ہوں۔ایک بار صرف ایک بار انکو خود سے راضی ہوتے دیکھنا چاہتی ہوں۔،،اسکی آنکھیں جل رہی تھیں۔اعتراف آسان نہیں ہوا کرتے۔

www.novelsclubb.com

،،ابا مجھ سے کبھی خوش نہیں ہوتے۔،،وہ ایک پل کو رکی۔حلق میں گرہیں لگیں۔

،،کیوں نہیں ہوتے۔؟،،بے بس سا استسفار۔

(یہ حاکم نواب کے بھائیوں کے انکے گھر سے جانے کے کچھ دیر بعد کا منظر ہے۔ صحن میں کھڑے حاکم نواب بری طرح چیخ رہے تھے۔اور انکے سامنے مجرم بنی کھڑی تھی۔زینیا حاکم۔

،،جب میرے ابا نے تمھیں تحفے کے طور پہ رقم دی تو تم نے انکار کیوں کیا۔؟،،وہ پوری قوت سے دھاڑے۔

زینیا نے خالی خالی نظریں اٹھا کر انہیں دیکھا۔

،،میں اس آدمی سے پیسے نہیں لے سکتی تھی۔ جس نے میرے باپ کو اس وقت گھر سے نکالا جب اسکے جیب میں ایک سکہ تک نہیں تھا۔،،وہ بس سوچ سکی تھی۔بولی تو بس اتنا۔

،،میرے لئے آپ کے دیے پیسے بہت تھے۔،،اسکا باپ اب مزید تیز آواز میں چلانے لگا تھا۔زینیا یاسیت سے انہیں دیکھے گئی۔

کاش یہ لہجہ اسکے لئے نرم ہوتا۔)

،، تمھیں پتہ ہے میں پیرنٹس کے معملے میں لکی نہیں ہوں۔،،اسکی آنکھوں سے گرم گرم آنسو نکل کر چہرے پہ پھسل رہے تھے۔

،،ابا کو کبھی مجھ سے محبت نہیں ہوئی کیونکہ انہوں نے ہمیشہ مجھے وہ اولاد سمجھا جس نے اماں کے خاندان جانا تھا۔یا شاید انکو مجھ سے محبت ہو بھی ظاہر ہے ہو گی۔میں ان کی اولاد ہوں۔،،وہ خود ہی اندازے لگاتی خود ہی مسترد کرتی۔

،،ابا اور میرے درمیان بس کچھ فاصلے ہیں۔اور میں چاہ کر بھی انکو پر نہیں کروں گی۔ابا کو پرواہ نہیں ہے۔اور میں ٹھہری ڈھیٹ۔،،نیم اندھیری رات میں یوں زرد جوڑے میں ملبوس دلہن کوئی نیم دیوانی لگتی تھی۔

،،تم جانتے ہو میری اماں کے بڑے دوہرے میعار ہیں۔پہلے کہتی تھیں عبداللہ کا انتظار کرو۔اب کہتی ہیں بالاج سے محبت کر لو۔کیا میں کوئی کھلونا ہوں۔؟،،

(زرد جوڑے والی لڑکی اپنی ماں کی گود میں لیٹی تھی۔بھرے بھرے گالوں اور بیچ کی مانگ نکالے ہوئے اسکی ماں دنیا کی سب سے حسین عورت لگتی تھیں۔ماؤں سے زیادہ حسین کوئی ہوا ہے۔۔؟

،،اب تمہاری شادی ہو رہی ہے زینی۔ بالاج کو ہی اپنا سب کچھ سمجھنا۔ معافی مانگنے میں ہمیشہ پہل کرنا شوہر کی عزت کو ہر چیز سے مقدم سمجھنا۔ اسکی خدمت کرنا۔ اور صبر کرنا ۔،،

،،میں تو صبر کر لوں گی اماں۔ اگر بالاج نے نہ کیا تو۔؟،،

اماں چند پل خاموش رہیں۔،،اسکے حصے کا صبر بھی تم کر لینا۔ گھر چلانے کے لئے عورتوں کو صبر اور قربانی سے کام لینا ہوتا ہے۔ بس شروع شروع میں مشکلات ہوتی ہیں بعد میں سب ٹھیک ہو جاتا ہے۔،،

زینیا نے کروٹ بدلی اب وہ چت لیٹی تھی۔ اپنی ماں کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی۔

،،عورت فطرتاً بے صبری ہوتی ہے اماں۔ مرد کے مقابلے اسکی برداشت تھوڑی کم ہوتی ہے۔ جانتی ہیں اصل صبر کسے کرنا ہوتا ہے۔؟،،اماں نے نا سمجھی سے اپنی بیٹی کو دیکھا۔

،،اصل صبر مرد کرتا ہے اماں۔ کھانے میں نمک مرچ زیادہ ہے تو صبر کرے۔ بیوی کو نرمی یا غصے سے سمجھائے لیکن خاندان کے سامنے نہیں۔،بچے برے نمبر زلائیں، لڑ جھگڑ کر آئیں۔ یا پھر بیوی سے کسی قسم کی کوئی سنگین غلطی ہو۔ اگر وہ صبر کر لے تو گھر چل

جائے گا۔مرد افضل ہے۔اسکے حصے میں صبر کا بڑا نوالا آتا ہے۔،وہ ایک پل کو رکی۔پلکیں جھپکا کر اپنی ماں کو دیکھا۔جو ناپسندیدگی سے اسے دیکھ رہی تھیں۔

،،آپ کہتی ہیں چند سال بعد سب ٹھیک ہو جاتا ہے۔کچھ ٹھیک نہیں ہوتا اماں۔بس شوہر بیوی کی بدزبانی کا عادی ہو جاتا ہے۔بیوی اپنے سسرال کے طعنوں اور شوہر کی مار کی عادی ہو جاتی ہے۔یا پھر بچے کی صورت ایک طوق گلے میں لٹک جاتا ہے۔

،،ایک بری شادی دس سال بعد بھی اتنی ہی بری رہتی ہے۔جتنی پہلے دن۔،،

،،پھر کیا چاہتی ہو تم۔؟ہر عورت خلع لے لے۔؟ہر مرد تین لفظ کہہ دے۔؟،،اماں کو برا ہی تو لگا تھا۔زینیا نے تھک کر آنکھیں بند کر لیں۔

،،میں واقعی نہیں جانتی اماں۔اس پائنٹ پہ کیا کرنا چاہئے۔شاید اچھے بخت کی دعا۔،،)

،،تم کتنے ڈھیٹ ہو ناں۔؟بلکل میری طرح۔وہ ہنس دی۔،،تمھیں کیا لگتا ہے مجھے تم سے محبت ہے۔؟،،سیاہ کتے نے روٹی تک جاتا منہ روک لیا۔اسے باتیں سمجھ آتی تھیں۔زینیا آنکھوں میں سفاکی لئے کہہ رہی تھی۔

،، تم میرا گلٹی پلیژر ہو۔ تم میرا لیزر ورژن ہو۔ مجھے ایسا لگتا ہے جیسے تم زینیا ہو اور میں ابا۔ جتنا دھتکارو، گالیاں دو، ذلیل کرو۔ لیکن اینڈ آف دی ڈے تم میرے پاس آجاتے ہو۔ جیسے میں ابا کے پاس۔،، اسکی آواز سرگوشی جتنی ہلکی تھی۔ لیکن سماعتیں چیر نے جتنی بلند بھی۔

،، مجھے تم سے نفرت ہے۔ بے تحاشا نفرت۔،، وہ پھنکاری۔ سیاہ کتا بس اسے دیکھے گیا۔ وہ اسکے علاوہ کیا کر سکتا تھا۔؟

،، میں کتنی دکھی ہوں جانتے ہو۔؟ میرے پاس کتنے غم ہیں ہیں جانتے ہو۔؟، لیکن پھر بھی،..... اسکے سارے الفاظ اسکے منہ میں رہ گئے تھے۔ سیاہ کتا آگے بڑھ کر اسکے گھٹنے سے ماتھا رگڑنے لگا تھا۔ زینیا جہاں تھی وہیں تھم گئی۔ اسکی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھی۔ وہ ششدر رہ گئی، اپنی جگہ ساکت جامد۔

وہ اسے پرسہ دے رہا تھا۔؟ وہ جانور وہ.... وہ باتیں سمجھ رہا تھا۔؟..... کیا وہ آنسو سمجھ رہا تھا۔؟ ایک پل کے لئے زینیا سانس نہیں لے سکی۔

اور پھر سختی سے اسے دھکادے کے خود سے دور ہٹایا۔ سیاہ کتا سہم گیا تھا۔ لیکن پھر بھی وہ اسے دیکھے گیا یوں لگتا تھا وہ اپنی مالکن کے غم میں غمگیں تھا۔ زینیا تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے وہاں سے جا رہی تھی۔ آنکھیں اب تک بے یقین تھیں، چہرے کی رنگت اڑی ہوئی تھی۔ اور دل، دل بہت زور سے دھڑک رہا تھا۔

زینیا نے کبھی دوست نہیں بنائے۔ لیکن کیا ہوا گر کوئی زینیا سے دوستی کرنا چاہے۔؟

www.novelsclubb.com

کمبیر محل پہ پہ اتری رات گہری تھی۔ مہدی کمبیر کا نیلی روشنیوں والا کمرہ آج،، آکورڈ ،، تھا۔ زمین کی جانب جھکے ہوئے بیڈ پہ قیس آڑھا ترچھا لیٹا تھا۔ گھنگریالے بال ماتھے پہ بکھرے ہوئے تھے۔ چہرے کے قریب ایک پلیٹ رکھی تھی۔ جس میں کٹے ہوئے سیب

تھے۔وہ بتیس سال کر مر دبے ترتیب حلیے اور انداز میں لیٹا سیب کی قاش منہ میں ڈال رہا تھا۔ساتھ ساتھ گنگنا رہا تھا۔

،، جو زر مانگو تو بے زر ہوں۔

جو سر مانگو تو حاضر ہوں۔ارے لوگوں تمہارا کیا۔میں جانوں میرا خدا جانے۔،،

۔اسکے بر عکس چھبیس سالہ مہدی بے چینی سے دائیں بائیں چکر کاٹ رہا تھا۔اسکے چہرے پہ تفکر تھا۔

،،یہ کیا کیا ہے قیس۔؟،،مجھے سمجھ نہیں آرہی۔آخر یہ کیا بکواس ہے۔؟،،مہدی دبے دبے غصے سے کہہ رہا تھا۔،،براق حنیف،واصف منیر اور اب یہ فیکٹری کے ملازمین ۔؟کیوں تم نے ساری دنیا اپنے خلاف کر لی ہے۔؟،، قیس سکون سے لیٹا رہا۔سیب کی ایک قاش منہ میں رکھی۔

www.novelsclubb.com

،،میں جانوں میرا خدا جانے۔،،وہ پورے سر کے ساتھ گنگنایا۔ساتھ ہاتھ لہرا لہرا کر گویا سر کے مزے لئے ہوں۔

،، قیس میرا دماغ مت خراب کرو۔،،مہدی جھنجھلایا۔

،،میں نے ساری دنیا اپنے خلاف نہیں کی۔میں نے ساری دنیا کو بتایا ہے میرے خلاف جانے سے کیا ہو گا۔،،وہ مزے سے بولا۔

،،ذرا روشنی ڈالنا پسند کرو گے اپنے سیاہ کرناموں پہ۔؟،،مہدی نے چبا چبا کر پوچھا۔

،،ایک لمبے عرصے سے فیکٹریوں کے مزدور میرے خلاف جانا چاہتے تھے۔میں نے انکی آنکھوں میں بغاوت دیکھی تھی۔ایک لمبا عرصہ میں نے حکمت عملی تیار کی ہے۔،،

،،تم ذرا سی تنخواہ بڑھا کر انکا منہ بند کر سکتے تھے۔،،مہدی نے ملامت کی۔قیس اٹھ بیٹھا۔پلیٹ اپنی گود میں رکھ لی۔

،،غریب کے منہ میں ایک نوالا ڈالو تو اسے اگلے نوالے کا انتظار رہتا ہے۔غریب کا منہ اتنی جلدی بند نہیں ہوتا۔،،اس نے تبصرہ کیا۔،،میں لمبے وقت سے انکے اندر بھرتا ہوا زہر دیکھ رہا تھا۔اور پھر میں نے تریاق بنایا۔،،

مہدی نے اپنی جگہ سے کھڑے ہو کر اسے دیکھا۔،،اور کیا ہے تمہارا فضول تریاق ۔؟جبین ٹیکسٹائل کے ساتھ فنانس میں شراکت۔؟مت بھولو فنانس میرا ڈیپارٹمنٹ ہے

۔مت بھولو قیسم کا آخری،،م،،میرے نام کا پہلا حرف ہے۔،، تیز تیز بولتے وہ ایک پل کو رکا۔ قیس یونہی پر سکون بیٹھا رہا۔

،،کیا ہے تمہارا پلان۔؟،،ایک تھکا ہارا استفسار۔

قیس مسکرایا۔،، جبین ٹیکسٹائل تنخواہ اور بونس کے معملے میں ملک کی بدنام ترین ٹیکسٹائل ہے۔جب میری ڈھیر ساری فیکٹریوں کے ڈھیر سارے ورکرز کو پتہ چلے گا کہ آج سے انکا نان نقفا جبین ٹیکسٹائل سے آئے گا۔تو دو کام ہوں گے،۔

اس نے سیب کی قاش ہوا میں بلند کی۔،،لوگ نوکریاں چھوڑ دیں گے۔،، قاش پلیٹ میں واپس رکھی۔،اور دوسرا۔

ایک اور قاش انگلیوں کے درمیان اٹھالی۔،،لوگ نوکری نہیں چھوڑیں گے۔لوگ اسی پرانی تنخواہ اور الاؤنسز کے ساتھ رہیں گے۔اور میں لکھ کر دے سکتا ہوں۔کوئی پہلے والے راستے پہ نہیں جائے گا۔ملک کی بڑھتی غربت یونو۔،،اس نے تاسف سے کندھے اچکائے ۔

،، قیسم کتنے لوگوں کا پیٹ بھر رہا ہے۔ آہ اللہ میں آپ کا فیورٹ ہوں ناں۔؟،، اس نے چہرہ چھت کی جانب اٹھا کر سوال کیا تھا۔ مہدی نفی میں سر ہلاتے ہوئے آگے آیا۔ بیڈ کی پائنتی کے بلکل قریب۔

،، میں مان ہی نہیں سکتا اتنے بڑے قدم کے پیچھے تمہارا صرف یہی مکروہ عزم ہو۔ کوئی اور چال کوئی اور شیطانی ضرور ہو گی۔ ہے ناں میرے بھائی۔؟،، آخری الفاظ میں تمسخر تھا۔ قیس نے ستائش سے ابرو اٹھائے۔

،، تم مجھے کتنے اچھے سے جانتے ہو ناں۔؟ اور میں نے یونہی اتنے سال تم سے نفرت کی۔،، اسے دکھ ہوا۔ مہدی نے طنزیہ سر جھٹکا۔،، ظاہر ہے میں نے اتنا بڑا قدم کسی وجہ سے اٹھایا ہے۔، براق حنیف، واصف منیر اور کچھ اور لوگ ہیں جو میرے خلاف اٹھ رہے تھے۔ میں انکو جتا رہا تھا میرے خلاف جانے سے کیا ہو گا۔ یقین کرو انتقام تو کیا ان دونوں نے میرے سامنے آنے سے بھی ایک ہزار بار توبہ کی ہو گی۔،، وہ محظوظ ہوا۔

مہدی سلگتی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے گویا کچا چبا جانا چاہتا تھا۔

آدمیmisogynist,,اور تم نے اس سب کے لئے ایک عورت کا سہارا لیا۔؟ایک ایک عورت کا سہارا لے کر چلے گا۔؟،، یہ طنز تھا۔اور یہ قیس کو چبھا بھی تھا۔

،،یہ سہارا نہیں ڈیل ہے مہدی کمبیر۔میں نے اس عورت کے سامنے جھولی نہیں پھیلائی ۔میں نے انہی اٹھے ہوئے کندھوں،پر اعتماد نظروں سے اسکے ساتھ ڈیل کی ہے۔اور ویسے بھی مجھے ان عورتوں سے نفرت ہے۔جنہوں نے اپنے اوپر fragile stickers لگا رکھے ہیں۔نہ کہ ماہ جبین مختار جیسی عورتوں سے۔،خیر مجھے اب جانا چاہیے۔،،اس نے بستر سے پیر نیچے اتارے۔کافی دنوں بعد اب قیس سکون کی نیند سوئے گا۔دروازے کی جانب بڑھتے اسکے قدم سرشار تھے۔ابھی وہ چوکھٹ پار نہ کر سکا تھا۔ جب مہدی نے اسے پکارا۔

،،تم آج بھی سکون کی نیند نہیں سوگے ہے ناں۔؟،،وہ تھم گیا،،۔تم عورتوں کے کپڑے ڈیزائن نہیں کرتے۔تم ایک زن بیزار آدمی ہو۔قیسم کو بچانے کے لئے تم نے اپنے اصول بدلے ہیں۔تم سکون سے کیسے سو سکتے ہو۔؟،،اسے قیس سے ہمدردی ہوئی۔لہجے میں اسکے لئے تفکر تھا۔

،،میں محل کا سب سے مضبوط ستون ہوں۔ کھڑے رہنا میری چوائس نہیں مجبوری ہے ۔،،خود ترسی سے پاک مضبوط لہجہ۔

،،اس سے شادی مت کرنا نائٹ میئر۔وہ ملتجی ہوا۔پلیز اس سے شادی مت کرنا۔کسی کے کہنے پہ نہیں۔کسی کی منت مت ماننا۔کیونکہ میں اسے خود سے دور کر سکتا ہوں۔تمھارے ساتھ نہیں دیکھ سکتا۔،، قیس کے گلے میں گلٹی سی ابھر کر معدوم ہوئی۔

،،میں..میں کوشش کروں گا تمہارا دل نہ ٹوٹے۔،،

اور پھر وہ چوکھٹ پار کر گیا۔وہ جا رہا تھا۔اور مہدی نے کئی لمحے اسکے راہداری میں اٹھتے قدم اپنے دل پہ پڑتے محسوس کئے۔اسکے گنگنانے کی مدھم سی آواز اب بھی آتی تھی۔

،،ارے لوگوں تمہارا کیا۔.....میں جانوں میرا خدا جانے۔.....،،

www.novelsclubb.com

اگلی صبح گہما گہمی سے شروع ہو کر اسی پہ ختم ہوئی۔شام کے سائے ڈھل رہے تھے۔رات نے اپنے آنے کی نوید سنائی تھی۔حاکم نواب کے چھوٹے گھر میں کونج کے زور زور سے بولنے کی آوازیں آتی تھیں۔وہ گھر میں خیرات مانگنے آئی لڑکی سے بحث میں مصروف تھی ۔دروازے پہ لگے پردے کے ساتھ لگ کر کھڑی مفلس لڑکی کونج کو ترس سے دیکھ رہی تھی۔

,، نہیں مجھے یہ بتاؤ تم آخر آٹا مانگنے ہی کیوں آئی ہو۔؟،،وہ کمر پہ ہاتھ باندھے کھڑی تھی۔ ڈھیلا ڈھالا جوڑا،الجھی لٹیں اور بے زار چہرہ۔خالی برتن کا بس صرف گھر میں کپڑا بیچنے آئی عورتوں اور خیرات مانگنے انے والی عورتوں پہ چلا کرتا تھا۔

،، نہیں تم بتاؤ تمھیں کیا لگتا ہے۔؟میرے بھائی کی اگر آٹے کی دکان ہے تو ہمارے پاس بہت پیسہ ہے۔؟او بہن میں خود کچھ دنوں میں تمھارے جیسا بورا اٹھا کر گوادر کی گلیوں میں بھیک مانگتی نظر آؤں گی۔مہنگائی یونو۔،،اس نے کندھے اچکائے۔مفلس لڑکی اب کے جانے کو مڑی تھی جب کونج نے دس روپے کا نوٹ جو کہ ہتھیلی میں دبا رکھا تھا۔نکال

لیا۔شاہانہ انداز میں نوٹ اسکی طرف بڑھاتے ہوئے اس نے خود کو اصلی ملکہ برطانیہ محسوس کیا تھا۔

،،کونج ادھر آؤ فورا۔،،

زینیا کی گرجدار آواز آئی تو کونج کو اپنے سابقہ تمام گناہ یاد آنے لگے۔اللہّ جانے اسکی آدھی پاگل بہن کو اب کیا یاد آ گیا۔خیر زیادہ سے زیادہ کیا ہو گا۔وہ کندھے جھٹک کر اندر کی جانب بڑھنے آئی۔کمرے میں تیسری جنگ عظیم کا منظر تھا۔الماری کے سارے کپڑے باہر بیڈ پہ نکلے رکھے تھے۔جوتے،میک اپ ہر چیز اپنی جگہ سے دیش نکالا کا پیام سن رہی تھی۔

زرد جوڑے میں ملبوس ڈھیلی چٹیا والی زینیا حاکم کی آنکھوں میں دباد باغصہ تھا۔جسے وہ چھپانے کی بھرپور کوشش کر رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

،،تم نے ہائی لائٹر کٹ کہاں رکھی ہے۔؟،،وہ جو بشر اسلام آباد سے لایا تھا۔اسکا لہجہ بلند نہیں تھا۔تفشیشی بھی نہیں۔خود پہ ضبط کئے وہ بس پوچھ رہی تھی۔

،،تانیہ (دوست) کے بھائی کی شادی ہے۔اس نے مانگااور میں نے دے دیا۔،،ڈر جھجھک آج کچھ نہیں تھا۔زینیا نے تھکی تھکی نظروں سے اسے دیکھا۔

،،تم لوگوں کو ناں کیوں نہیں کہتیں۔؟اٹس سمپل۔،،

it's not that simple for me اس نے سادگی سے کندھے اچکائے۔

،،لوگ تمہارا فائدہ اٹھائیں گے۔تم کب تک استعمال ہوتی رہو گی۔؟،کب تک کسی کو یہ حق دو گی کہ وہ تمھارے ناں نہیں کہہ پانے کی وجہ سے تمہاری کمر پہ بوجھ ڈالتے جائیں ۔؟،،خالص بڑی بہنوں والا لہجہ۔

کونج نے اپنی مڑی ہوئی پلکیں جھکا دیں۔،،مجھے نہیں پتہ۔مجھے واقعی نہیں پتہ۔،،

زینیا اسے مزید کچھ کہہ رہی تھی۔لیکن ان دونوں کو چھوڑ کر ہم اسلام جائیں گے۔کمبیر محل کے لاؤنج میں مہدی کے ڈھیر سارے دوست اکھٹا ہو رکھے تھے۔ایک صوفے پہ تین لڑکیاں،اور دوسرے پہ چار لڑکے۔مہدی کے ہی ہم عمر۔یا اس سے کم عمر۔وہ غائب دماغی سے انکی باتیں سن رہا تھا۔اسکے ہاتھوں کو سگریٹ پکڑنے کی طلب ہو رہی تھی۔

اسکے لبوں سے دھواں آزاد ہونا چاہتا تھا۔ لیکن کم از کم مہدی کمبیر اتنا میچور ڈ تو تھا ہی کہ لڑکیوں کے سامنے سیگریٹ نہ پیتا۔

مہدی کمبیر کے نیلی روشنیوں والے کمرے میں کوئی داخل ہوا تھا۔ سیاہ لمبا کافتان نما لباس۔ چہرے پہ ماسک اور سر ڈھکا ہوا۔ وہ بلی کی چال چلتا ہیولہ نما شخص کمرے میں داخل ہو چکا تھا۔

گائز...

Exscuse me for a minute please

وہ اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ کوئی برا نہیں مانا کسی نے وجہ نہیں پوچھی۔ وہ مہدی کے دوست تھے اتنا تو جانتے ہی تھے۔ باہر جانے کی بجائے وہ گھر کے اندرونی حصے کی جانب بڑھنے لگا۔ ساتھ ساتھ موبائل پہ کچھ تیز تیز ٹائپ بھی کر رہا تھا۔ لاؤنج میں اب اسکے دوستوں نے اونچی آواز میں گانے لگا دیئے تھے۔ پرانی فلموں کے کوئی گانے۔

کسی کی مسکراہٹوں پہ ہو نثار۔

سیاہ چغے میں ملبوس آدمی بیڈ کی سائیڈ ٹیبل کھول رہا تھا۔اسکے انداز میں مہارت کے ساتھ ساتھ جلدی بھی تھی۔بیڈ کے نیچے جھانکتے ہوئے۔الماری کے پٹ کھولتے ہوئے وہ کچھ ڈھونڈ رہا تھا۔چیزیں الٹ پلٹ کرتے ہوئے وہ ان رازوں کو پالینا چاہتا تھا جو نہاں تھے۔

راہداریاں عبور کرتے ہوئے، گھر کے سفید ماربل پہ قدم رکھتے ہوئے مہدی مصروف لگتا تھا۔اسکا ہر بڑھتا قدم اپنے کمرے کی جانب تھا۔ڈینم جیکٹ کے اندر سے ڈنہل کا پیکٹ نکالتے ہوئے اس نے ایک سگریٹ باہر نکالا۔یکدم اسکے ذہن میں ایک جھماکا ہوا تھا۔ بجلی کے کوندے کی طرح ایک خیال اسکے ذہن میں لپکا۔اس سے کچھ کھو گیا تھا۔اوہ خدایا وہ اسے کیسے کھو سکتا تھا۔؟اسکے دل میں جھکڑ سے چلنے لگے لبوں میں دبی سگریٹ اسے بھول بھال گئی۔

اس سے کچھ کھو گیا تھا۔وہ کسی اور کو نہیں ملنا چاہیے کسی صورت نہیں۔

کسی کے واسطے ہو دل میں اپنے پیار۔

سارا کا سارا کمرہ چھان مار لیا۔لیکن جو اسے چاہیے تھا وہ نہیں مل سکا ملتا بھی کیسے۔؟عقاب جیسی آنکھیں سارے کمرے میں دوڑاتے ہوئے وہ شخص پریشان تھا۔اسی لمحے اسکی نظر

الماری کے کھلے پٹ پہ پڑی۔وہ تیز تیز قدم اٹھاتا واپس الماری کی جانب آیا۔کپڑے الٹ پلٹ کئے۔اور یہاں اسے نظر آیا تھا ایک خفیہ لاکر۔نقاب کے پار بھی صاف پتہ چل سکتا تھا اسے فتح مل چکی ہے۔اس نے ہاتھ آگے بڑھا کر کوڈ لگانا چاہا عین اسی لمحے کوئی دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تھا۔چغے والا شخص بوکھلا کر الماری کی اوٹ میں ہو گیا۔

پریشان چہرے اور اڑی ہوئی رنگت والا مہدی کمرے کے اندر داخل ہوا۔اے سی کی ٹھنڈک سے یخ پڑتا کمرہ اسکے قدم برف کر رہا تھا۔وہ آس پاس سے بے نیاز اپنے پرائیوٹ انسٹا گرام اکاؤنٹ سے زینیا حاکم کو میسج کر رہا تھا۔جواب ندارد۔اس نے وائس نوٹ بھیجا۔چند پل کا انتظار لیکن ایک بار پھر جواب ندارد۔اب کے اس نے اپنے اوپر ایک ہزار مرتبہ لعنت بھیجتے ہوئے اسے کال ملالی تھی۔

ایک انسٹا گرام کال۔

www.novelsclubb.com

زوں ذوں کی آواز پہ تھر تھراتے موبائل نے زینیا حاکم کی توجہ اپنی جانب مبذول کروائی ۔کونج کو پڑتی پھٹکار ایک لمحے کو رک گئی۔وہ دونوں جانتی تھیں۔

Zeeniya isn't a call person

کوئی اسے کال کیوں کر رہا تھا۔؟ وہ جامنی الماریوں کو اپنی جگہ جامد چھوڑے موبائل کی جانب چلی آئی۔انسٹا گرام پہ آتی کال۔اکاؤنٹ کا نام دیکھ اسکا حلق تک کڑوا ہو گیا تھا۔نہ جانے کیوں لیکن اس نے کال نہیں کاٹی بلکہ اٹینڈ کر کے موبائل کان سے لگا لیا۔

ہیلو۔؟

کئی میلوں دور اڑتے بھاگتے ہوئے یہ آواز اسلام آباد میں بیٹھے مہدی کمبیر کے کانوں میں پڑی تو اسکے اندر ایسی تقویت اتری جسکا کوئی حساب نہیں تھا۔

www.novelsclubb.com

،،کال کاٹنا مت پلیز۔،،

یہ وہ الفاظ تھے جو فون کان سے لگاتے ہوئے زینیا نے سنے۔اسکے ابرو تفکر سے سکڑے۔ اپنے بیڈ پہ بیٹھے مہدی کی انگلیوں میں سگریٹ دبا تھا۔جلتا ہوا سیگریٹ، چہرہ مضطرب تھا۔

،، تمھیں یاد ہے جب ہم کوہ باطل کی طرف جا رہے تھے۔؟ہم سب نے اپنے موبائل اور دوسرا سامان تمھارے بیگ میں رکھوایا تھا۔ تمھیں یاد ہے۔؟،،

،،مجھے سب یاد ہے کام کی بات کریں۔،،دوٹوک لہجہ۔

مہدی نے سگریٹ والی انگلی سے کنپٹی کو مسلا۔گلہ تر کیا۔،،میرے والٹ کے ساتھ ایک یو ایس بی بھی تھی۔...وہ مجھ سے کھو گئی ہے۔کیا وہ تمھارے پاس ہے۔؟،،اس نے جلدی جلدی الفاظ ادا کیے۔ساتھ ساتھ کمرے میں نظریں دوڑائیں۔کہیں کوئی سن نہ لے۔زینیا جواب دیئے بغیر وہ الماری کی طرف بڑھ آئی۔

،،اس پن ڈرائیو میں میری بہت قیمتی چیزیں ہیں۔پلیز اگر وہ تمھارے پاس ہے تو بتاؤ۔

،،الماری کے خانے سے سیاہ لیدر بیگ نکالتے ہوئے زینیا نے اسکی زپ کھولی۔ہاتھ اندر ڈال کر باہر نکالا تو اسکے ہاتھ میں سیاہ پن ڈرائیو تھی۔اسکی آنکھوں میں چمک در آئی۔کونج اسے بے کار کام کرتے دیکھ کمرے سے نکل گئی تھی۔

،،زینیا.. کیاوہ تمھارے پاس ہے۔؟،،وہ اسکی موجودگی کو چیک کر رہا تھا۔زینیا نے چند لمحے اس سیاہ یو ایس بی کو دیکھا۔اور پھر۔

،،میرے بیگ میں ایسا کوئی سامان نہیں ہے۔،،اس نے کہہ کر موبائل کان سے ہٹایا ابھی وہ کال کاٹتی کہ ایک بار پھر اسکی ابھرتی آواز پہ ٹھہر گئی۔

،،تم نے کہا تھا وہ مجھے مارنے نہیں آیا۔تم نے ایسا کیوں کہا تھا۔؟،،وہ ڈرا ہوا تھا۔شاید الجھا ہوا بھی۔،،وہ کوئی ہے.... کوئی جو مجھ پہ نظر رکھ رہا ہے۔...اس نے چہرے پہ ہاتھ پھیرا ۔،،کوئی جو میری غیر موجودگی میں میرے کمرے میں آتا ہے۔،،اس نے بے بسی سے اپنے کمرے کو دیکھا۔(یعنی وہ جانتا تھا۔)

،،وہ مجھے ذہنی مریض بنا رہا ہے۔کیا تم مجھے بچا سکتی ہو۔؟،،

،،کوئی کسی کو نہیں بچاتا۔ہر کوئی اپنا نجات دہندہ خود ہوتا ہے۔،،زینیا نے ناگواری سے ٹوکا ۔

،،آپ نے تو کہا تھا یہ سب بس میرے اندازے ہیں۔،،

،،تب میں تم پہ بھروسہ نہیں کرتا تھا۔،،تکان زدہ جواب۔

،،اب اگر کر رہے ہیں تو یہ آپ کی سب سے بڑی غلطی ہو گی۔،،

،،وہ میرے پیچھے کیوں آتا ہے۔؟جب اسے مجھے مارنا بھی نہیں۔،،ایک بے بس استسفار۔

،،وہ آپ کو مارنا نہیں چاہتا۔وہ کچھ ڈھونڈ رہا ہے۔جو اسے آپ سے چاہیے۔کچھ ہے جس سے آپ بے خبر ہیں لیکن وہ نہیں۔اسے اگر آپ کو مارنا ہوتا تو اس قلعے کے تہہ خانے میں ہی مار دیتا۔وہاں کھڑے ہو کر آپ کو کنفرنٹ نہ کرتا۔،،

،،اس نے میرے سر پہ بندوق رکھی تھی۔مس حاکم۔،،مہدی غرایا۔

،،وہ آپ کو ڈرا رہا تھا۔الجھا رہا تھا۔آپ کے پاس کچھ ایسا ہے جسکا نام وہ خود بھی نہیں لینا چاہتا۔وہ آپ کا تعاقب کرتا ہے تاکہ آپ شاید ڈر کر اس چیز کو چھپانے کی کوشش کریں۔اور آپ کے تعاقب کار کو وہ چیز مل جائے۔وہ آپ کو الجھا رہا ہے تاکہ آپ ذہنی غائب دماغی میں سب کچھ اگل دیں۔آپ کے پاس ایسا کیا ہے مہدی۔؟،،زینیا کے ہاتھ میں وہ سیاہ چمکتی پن ڈرائیو تھی۔آنکھوں میں عجیب سفاکیت۔وہ آج پہلی بار اسکا نام لے رہی تھی۔

مہدی ایک لمحے کو تھم گیا۔الماری کے عقب میں چھپا سیاہ چغے والا تعاقب کار بھی تھم گیا۔

،،میرے پاس ایسا کچھ نہیں ہے۔۔۔میں کچھ نہیں جانتا وہ کیوں ہے میرے پیچھے۔۔۔۔کیا چاہتا ہے۔کچھ نہیں پتہ مجھے۔،،اس نے تھک کر ادھ جلی سیگریٹ فرش پہ پھینک دی۔

،،تم اسلام آباد کب آرہی ہو۔؟،، سرسری لہجہ۔وہ اٹھ کر الماری کی طرف جارہا تھا۔

،،دو دن بعد میری شادی ہے۔بس اسکے فورا بعد۔،،

مہدی ایک پل کے لئے رک گیا۔،،شادی۔؟تم شادی کر رہی ہو۔؟تم شادی کیسے کر سکتی ہو۔؟،،وہ حیران تھا۔یا شاید پریشان۔یا شاید پتہ نہیں اسے کیا برا لگا تھا۔یا پھر شاید عجیب لگا تھا۔

،،کیا تم واقعی شادی کر رہی ہو۔؟،،الماری کے کھلے پٹ بند کرتے ہوئے اس نے ٹیک لگا لی۔

www.novelsclubb.com

،،جی میں واقعی شادی کر رہی ہوں۔اور آپ کو بلاک بھی۔آئندہ کال مت کیجئے گا۔،،

،،ویٹ ویٹ۔۔۔۔۔یار بلاک مت کرو۔،،وہ بدمزہ ہوا۔،،آخر وہ کون معصوم ہے جسکی زندگی تم برباد کرنے جارہی ہو۔؟نہیں مطلب شادی واقعی۔؟،،سچ میں مجھے یقین نہیں آرہا۔وہ محظوظ ہو رہا تھا۔

،،کیا میں شادی نہیں کر سکتی۔؟کیا میں ایلین ہوں۔؟،،اسے واضح طور پہ برا لگا تھا۔

،،ایلین کا نہیں پتہ۔لیکن تمہاری شادی کا سن کر واقعی عجیب لگا ہے۔ویٹ لیٹ می گیس ۔تم اپنی شادی پہ زیور کی جگہ مشین خرید کر لاؤ گی۔اور کمرے میں پھولوں کی جگہ تاریں لٹکاؤ گی ہے ناں۔؟،،اس نے مسکراہٹ دبائی۔ساتھ ہی وہ مڑا تو اسکے دائیں جانب وہ سیاہ چغے والا شخص تھا۔

،،آپ اس قابل ہیں کہ آپ کو بلاک رکھا جائے۔،،وہ کہہ کر کال بند کرنے لگی اسی لمحے اسکے کانوں میں ایک انسانی کراہ گونجی۔سیاہ چغے والے شخص نے مہدی پہ وار کیا تھا۔اپنی گن سے۔وہ اسکے جسم میں لوہے کا ذرا داغ چکا تھا۔یہ سب اتنی جلدی میں ہوا کہ کچھ سمجھنے کا موقع ہی نہ ملا۔چغے والا شخص الماری کی اوٹ سے نکل آیا۔درد سے دوہرے ہوتے مہدی کے سینے پہ ایک لات دے ماری۔وہ لڑکھڑاتے ہوئے نیچے گرا۔دیکھتے ہی دیکھتے فرش پہ سرخ سیال کی ایک آبشار بنتی چلی گئی۔فون سے اب بھی ہیلو ہیلو کی آواز آ رہی تھی ۔مہدی فرش پہ گر پڑا تھا،درد اسے درد ہو رہا تھا۔جہنم جیسا درد،بے انتہا درد۔

مہدی کی آنکھیں بند ہونے لگیں۔اسکی بصارت دھندلی ہو رہی تھی۔سرخ سیاہ اسکے جسم سے گویا سوراخ کی صورت باہر نکل رہا تھا۔اس نے پلکیں جھپکیں۔منظر دھندلا ہی رہا۔ اس نے حلق سے آواز نکالنی چاہی۔لیکن بے سد۔اسے بے تحاشا سردی لگنے لگی۔پھر بی تحاشا گرمی۔سیاہ چغے والا شخص اسے بوٹ کی ٹھوکروں سے مار رہا تھا۔مہدی نہیں جانتا تھا وہ اسے کیوں مار رہا ہے۔اسے اپنا جسم جلتا محسوس ہو رہا تھا۔اسے اپنی آنکھیں بند ہوتی محسوس ہو رہی تھیں۔خون کا تالاب بھر چکا تھا۔مہدی کے آدھے چہرے پہ خون تھا۔

دھندلی بصارت، گھٹی گھٹی ہیلو ہیلو کی آوازیں،درد بے تحاشا درد،آگ جلن،سردی ،ٹھنڈہ پڑتا جسم۔اور ان سب کے درمیان اسکی آنکھیں بند ہو گئیں۔ذہن تاریکی میں ڈوب گیا۔سماعتوں پہ پردے لگ گئے۔اب سکون تھا۔کوئی درد کوئی جلن کوئی ٹھنڈ کچھ نہیں۔ساکت،نل،بے حس۔

www.novelsclubb.com

زینیا کے اندازے غلط ثابت ہوئے۔وہ محض تعاقب کار نہیں تھا۔وہ جان لینے آیا تھا۔اور لے کر جا چکا تھا۔لاؤنج سے گانے کی آوازیں اب بھی آتی تھیں۔

،،کہ مر کے بھی کسی کو یاد آئیں گے،کسی کے آنسوؤں میں مسکرائیں گے۔

کہے گا پھول ہر کلی سے بار بار، جینا اسی کا نام ہے۔،،

اس سارے ہنگامے سے دور قیسم میں واقع قیس کمبیر کا نیلی دیواروں اور گلاس ونڈو والا آفس پر سکون تھا۔ وقفے وقفے سے دو نفوس کے بولنے کی آوازیں آتی تھیں۔ ایک بوڑھی تکان زدہ آواز، ایک جوان ضدی ہٹ دھرم آواز۔

،،یعنی تم باز نہیں آؤ گے۔؟ تم اسے قتل کرو گے۔؟،، بلا خر مقصود ہار مان چکے تھے۔ ان کے چہرے پہ تاسف تھا۔ قیس گلاس وال کے قریب کھڑا تھا۔ سیاہ ٹو پیس میں ملبوس پینٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالے وہ باہر دیکھ رہا تھا۔ آنکھیں اداس تھیں۔

www.novelsclubb.com

،،میں اپنا دل مار رہا ہوں چچا۔ قتل آسان نہیں ہوتے۔دل کا ایک حصہ مقتول کے ساتھ مر جاتا ہے۔ لیکن میں کیا کروں۔ میں مجبور ہوں۔انتقام میری غیرت ہے۔،،وہ رکا۔چہرہ اپنے چچا کی جانب موڑا۔

،،میں انتقام نہ لے کر بے غیرت کہلاؤں گا۔،،

،،تم معاف کر کے اللہّ کی سامنے عظیم بن سکتے ہو۔،،یاد دہانی۔

،،ابھی اللہّ کے حضور پیش ہونے میں وقت ہے۔مجھے دنیا میں سر خرو ہو لینے دیں،،۔

تمہارا دل مر جائے گا۔انہیں دکھ ہوا۔

،،جیسے کہ یہ میری زندگی کا پہلا قتل ہو۔،،اس نے استہزائیہ سر جھٹکا۔دل میں ڈھیر سارے کرب نے آ کر ڈیرا ڈالا۔

www.novelsclubb.com

،،انتقام کے کئی اور طریقے بھی ہیں۔دیت،اور(وہ ایک لمحے کو رکے گلہ تر کیا)زن تم زن کے زریعے انتقام لے سکتے ہو۔،،

،،میں انتقام نہ لے کر ساری دنیا کی نظروں میں گروں گا۔ لیکن ایک عورت کے زریعے انتقام لے کر اپنے نظروں میں گر جاؤں گا۔ میں ایسا نہیں کر سکتا۔،،اسکے انداز میں ناپسندیدگی تھی۔

مقصود نے گہری سانس لی۔،،تم نے آدھی کمیونٹی اپنے خلاف کر لی ہے۔ تم نے ایسے لوگوں کے ساتھ تعلقات بنا لئے ہیں جن سے تعلق ٹوٹا مطلب سانس کی ڈور ٹوٹی۔ تم مارکیٹ سے کروڑوں روپے لئے بیٹھے ہو۔ تم کیا کر رہے ہو قیس۔؟ کیوں تم نے ساری دنیا اپنے خلاف کر لی ہے۔؟،،وہ فکر مند بھی تھے۔اور کچھ کچھ عاجز بھی۔ قیس آگے بڑھ آیا۔نرم نظروں سے انہیں دیکھتا ہوا۔

،،میرے گھر میں ایک مرد معذور ہے۔ تبصرہ کیا۔ایک ماضی کے غم میں ڈوبا ہے۔اور ایک اپنے آپ سے فرار چاہتا ہے۔ میرے گھر میں ایک لڑکی ہے۔ جسے محبت چاہیے۔ توجہ چاہیے۔ پیسہ چاہیے۔ وہ بول رہا تھا اور مقصود اسے سنے گئے۔،

،،مجھے ان تینوں مردوں کے لئے بھی کمانا ہے اور اپنے لئے بھی۔مجھے میرے بابا کی ساکھ کے لئے بھی کمانا ہے اور اپنی عیاشیوں کے لئے بھی۔،،وہ انکے قریب گھٹنوں کے بل آکر بیٹھا۔

،،میں اگر ساری دنیا کو اپنے خلاف نہیں کروں گا تو یہ لوگ میرے خلاف خود بخود ہو جائیں گے۔اپنے ہاتھ سے لگائی آگ میں آپ کو معلوم ہوتا ہے پانی کہاں ڈالنا ہے۔ دوسروں کی لگائی آگ میں آپ خاکستر ہو سکتے ہیں۔،،پلکیں جھپکا کر تسلی دی۔

،،اگر آپ کو میرے مرنے کی فکر ہے تو چھوڑ دیں۔مجھے لگتا ہے اللّٰہ نے مجھے اس دنیا میں سزا دینے بھیجا ہے۔جو کہ پوری نہیں ہوئی۔میں مہلت لے کر آیا شیطان ہوں۔ابھی مہلت پوری نہیں ہوئی۔وہ مسکراتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔،،

چند لمحے ان دونوں کے درمیان خاموشی رہی۔باہر پھیلتی شام اداسی سے انہیں دیکھ رہی تھی۔چند لمحے بیتے چند ساعتیں گزریں۔اور پھر مقصود کمبیر کے حلق سے کچھ ایسے الفاظ برامد ہوئے تھے جو نہیں ہونے چاہیے تھے۔

،،تم ایسے تو نہیں تھے عبداللہ.... یہ،،نام یہ طرز تخاطب۔کیا ایک پل کے لئے تمہاری سانسیں نہیں رکیں۔؟ قیس جہاں تھا وہیں جم گیا۔کئی پل تو وہ سانس بھی نہ لے سکا۔ زمانے کی ساری گردشیں رک گئیں۔

،،تم ایسے نہیں تھے عبداللہ.،،...وہ اب تک شاکڈ تھا۔یوں جیسے یقین نہ آیا ہو۔

،،تم رحمدل تھے۔....،تم معصوم تھے۔،تم بہت اچھے تھے۔تم ایسے تو نہیں تھے عبداللہ ۔،،افسوس تاسف رنج کیا تھا جو انکے لہجے میں نہیں تھا۔قیس شا کی نظروں سے انہیں دیکھے گیا۔وہ اپنی جگہ سے ہل بھی نہیں سکا۔اسکی آنکھیں گویا ابل رہی ہوں،دل نے دھڑکنے سے انکار کر دیا ہو۔

،،تم لوگوں کے ساتھ رحم کا معملہ کیا کرتے تھے۔،تم بہت اچھے تھے عبداللہ۔،،

،،مجھے اس نام سے مت بلائیں۔،،اسکے لب دھیرے سے پھڑپھڑائے۔

تم دوستوں کے دوست تھے عبداللہ۔

،،خاموش ہو جائیں...،،.بس کر دیں۔اس نے کانوں پہ ہاتھ رکھ لئے۔رنگت سفید پڑنے لگی،اسے بے اختیار سانس لینے میں دشواری ہونے لگی۔

،، تم میرے عبداللہ تھے۔ تم مرے عبداللہ تھے۔ اپنے ابا کے عبداللہ۔ تم اس لڑکی کے لئے آج بھی عبداللہ ہو۔ تم ایسے نہیں تھے عبداللہ۔،، اسکی سماعتیں بند ہونے لگی تھیں۔ یہ نام یہ نام نہ لے کوئی۔

وہ دھیرے دھیرے سے فرش پہ بیٹھتا چلا گیا۔ یہ نام اسکا اصل تھا۔ وہ کسی کو یہ نام لینے سے منع نہیں کر سکتا تھا۔ یہ نام اسکی پہچان تھا۔ یہ نام اسکا کمفرٹ تھا۔ کئی سال پہلے یہ نام بدل کے اسے بے سکون کیا گیا تھا۔ آج یے نام پھر سے بے سکونی دے رہا تھا۔

تم ایسے تو نہیں تھے عبداللہ...،،

آجاؤ عبداللہ.....،،

تم ایسے... آجاؤ عبداللہ..،،

آوازیں گڈمڈ ہونے لگی تھیں۔ آوازیں قیس کو ٹرگر کرتی تھیں۔ آوازیں اسے ماضی میں لے جاتی تھیں۔ اور قیس کا ماضی خوشگوار کہاں تھا۔؟ وہ برانڈڈ کپڑوں اور مہنگے جوتوں سمیت فرش پہ بیٹھا تھا۔ سماعتیں بے قرار، آنکھیں شاکی، چہرہ کرب زدہ۔ آوازوں کو بازگشت نے اسکے کانوں کو سن کر دیا تھا۔

آجاؤ عبداللہ۔

کیا یہ نام سن کے ایک پل کو تمہاری سانسیں نہیں رکیں۔؟

www.novelsclubb.com